# نوجوان شاعر کے نام خطوط

ترجمہ
رضی عابدی

رائنر ماریہ رلکے

# نوجواں شاعر کے نام خطوط

MashalBooks.com

# نوجوان شاعر کے نام خطوط

رائنر ماریہ رلکے

ترجمہ

رضی عابدی

MashalBooks.com

# فہرست



MashalBooks.com

# تعارف

''کوئی آپ کو مشورہ نہیں دے سکتا۔ کوئی آپ کی مدد نہیں کر سکتا۔ صرف ایک ہی راستہ ہے۔ اپنے اندر دیکھیں۔ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ کیا چیز آپ کو لکھنے پر اکساتی ہے۔ یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ کیا آپ کے دل کی گہرائیوں میں اس نے اپنی جڑیں پھیلا دی ہیں۔ آپ ایمانداری کے ساتھ خود یہ سوال کریں کہ اگر آپ کو یہ سب لکھنے نہ دیا جاتا تو کیا آپ مر جاتے اور سب سے اہم بات ہی ہے کہ رات کے خاموش ترین لمحہ میں اپنے آپ سے یہ سوال کریں کہ کیا ضرور مجھے لکھنا چاہئے۔ سنجیدہ جواب کے لیے اپنے دل کی گہرائیوں میں اتر جائیں اور اگر جواب اثبات میں ہو۔ اگر اس سوال کا پکا اور سیدھا سادھا جواب یہ ہو کہ مجھے لکھنا چاہئے تو پھر اس ضرورت کے تحت زندگی کو ڈھالیں آپ کی زندگی معمولی اور اہم لمحات میں بھی اس ضرورت کا عکس ہو اور اس کی شاہد ہو تو پھر فطرت کی طرف رخ کریں۔ کسی پہلے انسان کی طرح یہ کہنے کی کوشش کریں کہ کیا دیکھا ہے کیا محسوس کیا ہے کیا چاہا ہے کیا کھویا ہے''۔

اپنے ایک عقیدت مند کے لئے یہ مشورہ اس شاعر کا ہے جو اس قدر ذہنی تذبذب اور روحانی کرب سے گزر رہا تھا کہ لوگ اسے نفسیاتی مریض اور ایسا مخبوط الحواس شخص سمجھتے تھے جو اپنے خوابوں اور واہموں کی دنیا میں اسیر تھا اور جسے نہ اپنے لباس کی پرواہ تھی نہ اپنے حلیہ کا خیال نہ گردوپیش کا احساس اور جس کے متعلق عام طور پر یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ زندگی سے مایوس اور بددل ہو چکا تھا۔ لیکن یہ مشورہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ زندگی کو اور شاعری کو کس قدر اہم سمجھتا

تھا اور ان کے متعلق وہ کتنا سنجیدہ تھا۔ خوش قسمتی سے رائنر ماریہ رلکے نے بہت بڑی تعداد میں خطوط لکھے ہیں۔ ان میں سے بہت سے ابھی شائع بھی نہیں ہوئے ہیں۔ ان میں ایک بڑی تعداد ان خطوط کی ہے جو خواتین کو لکھے گئے اور وہ خطوط بھی ہیں جو نوآموز شاعروں کو مشورہ کے طور پر تحریر کیے گئے۔ فنکاروں کے فن اور ان کی زندگی کو سمجھنے کے لیے ان کے نجی خطوط بہت معاون ثابت ہوئے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ان تحریروں میں کوئی فنی تقاضے نہیں ہوتے اور نہ ہی لکھتے وقت یہ احساس ذہن میں ہوتا ہے کہ ان پر تنقید کی جائے گی بلکہ ان میں ایک قسم کی بے ساختگی ہوتی ہے' ایک ایسا خلوص ہوتا ہے جو زیب داستان کا سہارا نہیں لیتا۔ ساتھ ہی ساتھ ان خطوط کے لکھنے والے کے معاشرتی فنی اور نظریاتی رجحانات کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔ اس طرح ان تحریروں سے اس وقت عمومی سیاسی اور سماجی رویوں اور فنی تقاضوں سے بھی کافی حد تک واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے خطوط خصوصاً ایک شاعر کو سمجھنے میں بہت مدد دے سکتے ہیں جس کا نظریہ فن ہی یہ ہو کہ ''ذہنی تخلیق مادی وجود سے ہی اٹھتی ہے اور بالکل فطری ہوتی ہے۔ صرف اتنا ہے کہ یہ جسمانی خط کی زیادہ لطیف زیادہ وجدانی اور زیادہ دیرپا شکل ہے۔ رلکے اپنے دور کا ایک اہم شاعر ہے اور ۱۹۲۶ء میں اس کی وفات سے اب تک اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ کچھ نقادوں کے نزدیک رلکے کی شخصیت اتنی ہی دلچسپ اور پہلودار ہے جتنی بائرن کی۔

رلکے ۱۸۷۵ء میں پراگ میں پیدا ہوا۔ وہ اپنے ہم وطن کافکا سے آٹھ برس چھوٹا تھا اور کافکا کی ہی طرح زندگی کے معمے کو سمجھنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ اس کی تحریروں میں بھی معاشرتی جبر کا وہی احساس پایا جاتا ہے جو کافکا کے ردعمل میں نمایاں ہے۔ یہ وہی گھٹن تھی جو آخرکار پہلی جنگِ عظیم کی شکل میں پھوٹ پڑی اور جس نے بعد میں نازی فاشزم کی شکل اختیار کر لی۔ ایک طرح سے رلکے کی اپنی زندگی اس جبر کی علامت بن گئی اور جس طرح کا ظلم اس کے سماج پر مسلط تھا ایسے ہی ظلم سے خود اس کی اپنی زندگی بھی دوچار رہی جب اس کی افتادِ طبع کے خلاف اسے ایک ملٹری سکول میں داخل کرا دیا گیا جہاں اس نے پانچ سال سخت اذیت میں گزارے۔ اس اذیت کا خیال کر کے ہی وہ لرز جاتا تھا اور آخر عمر تک وہ اس تلخی کو اپنے ذہن سے نہ نکال سکا۔ چنانچہ ایک عجیب طرح کا خوف اس کے خیالوں میں منڈلاتا رہتا تھا۔ زندگی بھر اس نے اس نفسیاتی اور معاشرتی جبر سے نبرد آزما ہونے کی کوشش کی اور اس کی حقیقت کو جاننے اور سمجھنے کی کاوش کی۔ اسے اندازہ تھا کہ ''ایک عجیب سا عدم تحفظ کا احساس۔ کسی ایسی چیز کے

لیے خود کو کھو دینا جو نا قابلِ بیان ہو' اسے تقریباً ہلاک کر دے گا۔ وہ محسوس کرے گا جیسے گر رہا ہے اور یا خلاء میں پھینک دیا گیا ہے یا وہ ہزاروں ٹکڑوں میں بکھر گیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ان سب باتوں سے آگاہ کرنے کے لیے کیسے کیسے جھوٹ اختراع کرے گا۔ چنانچہ وہ تنہا ہو جاتا ہے اس کے لیے تمام فاصلے، تمام اندازے بدل جاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تبدیلیاں اچانک آتی ہیں۔ اور پھر اس انسان کی طرح جو پہاڑ کی چوٹی پر ہو 'عجیب و غریب تصورات اور عجیب احساسات اس پر طاری ہوں گے جو ہر اندازے سے زیادہ ہوں گے''۔

اس نے زندگی کے اس خوف کو سمجھ لیا تھا۔ پوری طرح جان لیا تھا۔ اس سے نمٹنے کے لیا جس جرأت اور جس عزم کی ضرورت تھی اس کا بھی اسے احساس ہو گیا تھا۔

''انسان کی بزدلی نے زندگی کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ وہ تجربات جنہیں ''بصیرت'' کا نام دیا جاتا ہے۔ پوری روحانی دنیا، موت اور وہ چیزیں جن کا ہم سے قریبی تعلق ہے۔ ہم نے انہیں ٹال ٹال کر اتنا اکھٹا کر لیا ہے کہ وہ حواس جو ان کا احاطہ کر سکتے ناکارہ ہو چکے ہیں۔ اللہ کی بات چھوڑ دیں۔ لیکن فرد کے وجود کو صرف نامعلوم کا خوف ہی بے معنی نہیں بناتا۔ ایک انسان کا دوسرے سے رشتہ بھی اس کی وجہ سے گھٹ کر رہ گیا ہے۔ جیسا کہ لامتناہی امکانات کے دریا سے نکلا ہوا ایک جزیرہ جہاں کچھ واقع نہیں ہوتا''

صرف اتنا ہی نہیں کہ ماحول میں گھٹن تھی اور سکول میں سخت فوجی ڈسپلن اور ایسی مشکل زندگی کہ والدین کو بھی آخر کار اسے ملٹری سکول سے اٹھانا پڑا جس کی سختیاں اس کے نحیف و لاغر جسم کی برداشت سے باہر تھیں۔ گھر کا ماحول بھی کچھ مختلف نہیں تھا۔ ماں کٹر مذہبی خیالات کی سخت عورت تھی اور باپ کا انداز بہت تحکمانہ تھا۔ یوں یہ جبر' یہ دکھ اس کے مزاج کا حصہ بن گیا۔ لیکن ان خطوط کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دکھ اس کی تخلیقی قوت اور زندگی کی حرارت کو ٹھنڈا نہ کر سکا۔ جتنا وہ جسمانی اور ذہنی طور پر حساس تھا اتنا ہی وہ جذباتی اور روحانی طور پر مضبوط تھا گو یہ صحیح ہے کہ تنہائی اور معاشرتی بیگانگی کے اس ماحول نے اس میں ایک طرح کی ماورائی کیفیت اور داخلیت پسندی بھی پیدا کر دی تھی جو ایسی ایسر ڈ قسم کی صورتحال میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔

خوش قسمتی سے اسے دو مرتبہ روس جانے کا اتفاق ہوا اور وہ اٹلی بھی گیا۔ ان سیاحتوں نے اس میں وسعت نظر پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی طبیعت پر ایک خوشگوار متوازن اثر بھی ڈالا۔ پھر سنگتراش روڈن سے اس کے قریبی تعلقات فنی اور نفسیاتی لحاظ سے اس کے لئے

MashalBooks.com

بہت مفید ثابت ہوئے۔ اور اس کی شاعری میں بھی مجسموں کی سی ٹھوس اور ماورائی کیفیت آ گئی۔ جس نے اس کی تحریروں میں ایک لطیف سحر انگیز آہنگ پیدا کیا۔ رلکے نے زیادہ تر زندگی بے خانماؤں کی طرح گھومتے پھرتے گذاری۔ وہ یورپ میں تقریباً سب ہی جگہ گیا لیکن آسٹریا اور جرمنی دوبارہ نہ لوٹا۔ البتہ بار بار پیرس آتا رہا گو اسے پیرس قطعی پسند نہ تھا۔ اس نے ایک خط لکھا

''میں زندگی کے متعلق آپ کی لطیف تشویش سے بہت متاثر ہوا۔ اس سے بھی زیادہ جو مجھے پیرس میں محسوس ہوا جہاں بے انتہا شور کی وجہ سے ہر چیز میں ارتعاش رہتا ہے اور آوازیں تیزی سے اٹھتی ہیں اور فوراً ہی خاموش ہو جاتی ہیں''

اسی طرح روم سے اسے وحشت ہوتی تھی۔

''روم (اگر آپ ابھی اس سے مانوس نہیں ہیں) شروع کے چند دنوں میں بڑی اداسی کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ کچھ عجائب گھروں سے بے جان ماحول کی وجہ سے کچھ ماضی کے اس بوجھ سے جسے بہت اہمیت دی جاتی ہے اور جسے بڑی محنت سے برقرار رکھا جاتا ہے (ایک معمولی سے حال کا جس پر انحصار ہے) کچھ اہل علم اور ماہر لسانیات کی ان چیزوں کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے کی وجہ سے جن کو اٹلی میں آنے والا عام سیاح اپنا لیتا ہے۔ ان تمام مسخ شدہ اور روبہ زوال چیزوں کی وجہ سے جو حقیقت میں کسی گذرے ہوئے وقت کی باقیات سے زیادہ کچھ نہیں اور جن کا ہماری زندگی سے نہ کوئی تعلق ہے نہ ہو سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ ہفتوں۔ ہر روز ان چیزوں کے رعب کو محسوس کرتے ہوئے آپ خود سے کہتے ہیں ''نہیں'' یہاں دوسری جگہوں سے زیادہ حسن نہیں ہے اور یہ تمام چیزیں جو نسلوں سے لوگوں سے داد تحسین حاصل کر رہی ہیں اور جنہیں کاریگروں کے ہاتھ جوڑتے اور بناتے رہتے ہیں۔ ان کی کوئی اہمیت نہیں ------- لیکن یہاں بہت حسن ہے اور اس لئے کہ ہر جگہ بہت حسن ہے''

لیکن رلکے ' زندگی سے، اصل جیتی جاگتی مسلسل متحرک زندگی سے ' پوری طرح وابستہ تھا، گرجے، مجسمے، پارک، فوارے، پویلین اور خاص طور سے سیڑھیاں۔ مختلف زمانوں اور مختلف طرز کی سیڑھیاں۔ ان سب میں اس کے لئے زبردست کشش تھی۔ اس طرح ڈولفن مچھلیوں، چیتوں، رنگ برنگی چڑیوں، پھولوں اور بچوں سے اسے دلچسپی تھی اور فقیر اور نابینا لوگ اسے اپنی طرف متوجہ کرتے تھے۔

MashalBooks.com

رلکے کی زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہے۔کبھی وہ بہت فعال ہو جاتا تھا اور کبھی تخلیقی سوتے خشک ہو جاتے تھے۔پہلی جنگ عظیم نے شروع شروع میں اسی کو جھنجھوڑا اور یکدم خیالات کی یلغار نظموں اور خطوں کی شکل میں ظاہر ہوئی۔لیکن جب اس نے بحیثیت ایک جنگی افسر کے اس جنگ کو قریب سے دیکھا تو پھر اس میں ایک بددلی ایک تساہلی پیدا ہوگئی۔وہ قلعوں اور وادیوں میں گھوم پھر کر اس فنی تحریک کو زندہ کرتا رہا۔رلکے کے خطوط ان نفسیاتی تبدیلیوں کی بڑی خوبصورت عکاسی کرتے ہیں۔ان ہی وجوہات کی بناء پر ان خطوط کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے اور ان سے ایک اہم شاعر کے نفسیاتی اور فنی سفر کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

**رضی عابدی**

MashalBooks.com

# پیش لفظ

یہ ۱۹۰۲ء کے موسم خزاں کے آخری دن تھے۔ میں کچھ قدیم شاہ بلوط کے درختوں کے نیچے ویانا کے شہر (wiener - neustadt) کی ملٹری اکیڈمی کے پارک میں مطالعہ میں مصروف تھا۔ میں کتاب میں اس قدر منہمک تھا کہ مجھے اس بات کا احساس ہی نہیں ہوا کہ اکیڈمی کے مہربان اور فاضل سویلین پروفیسر پارسن ہوراچک میرے پاس آ گئے۔ انہوں نے کتاب میرے ہاتھ سے لے لی۔ اس کی جلد کو غور سے دیکھا اور سر ہلایا۔ ''رائنذر ماریہ رلکے کی نظمیں؟'' کچھ سوچتے ہوئے انہوں نے استفسار کیا۔ پھر انہوں نے صفحوں کو الٹا پلٹا۔ کچھ اشعار پر نظر ڈالی۔ سنجیدگی سے دور دیکھتے ہوئے انہوں نے سر ہلایا۔ ''تو ہمارا شاگرد رائنذر رلکے شاعر بن گیا ہے۔''

اور مجھے وہ کمزور زرد رو لڑکا یاد آیا جسے اس کے والدین نے پچاس برس سے بھی زیادہ عرصہ ہوا سانکٹ پولٹن (sankt polten) کے لوئر ملٹری سکول میں بھیج دیا تا کہ وہ افسر بن سکے۔ ہوراچک اس وقت اس ادارے کا چپلن تھا اور اسے اپنا شاگرد ابھی تک اچھی طرح یاد تھا۔ اس کے مطابق وہ ایک خاموش طبع، سنجیدہ اور باصلاحیت لڑکا تھا جو تنہائی

پسند تھا اور بورڈنگ سکول کی زندگی کی سختیوں کو بڑے صبر سے برداشت کر رہا تھا۔ اور چار سال کے بعد دوسروں کے ساتھ ملٹری کالج میں پہنچ گیا تھا جو ماہ رش وائس کرشن (mahrisch weisskirchen) میں واقع تھا۔ یہاں بلاشبہ یہ واضح ہو گیا کہ اس کی صحت اس مشقت کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ اس وجہ سے اس کے والدین نے اسے سکول سے اٹھا لیا اور پراگ میں تعلیم جاری رکھنے دی۔ ہوراچک کو اس بات کا کوئی علم نہیں تھا کہ اس کے بعد اس کی زندگی نے کیا رخ اختیار کیا۔

اس تفصیل کے بعد یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اس ہی لمحے میں نے اپنی شاعری کاوشیں رائنذر ماریہ رلکے کو بھیجنے اور اس کی رائے معلوم کرنے کا تہیہ کر لیا۔ میں ابھی بیس برس کا نہیں ہوا تھا اور ایک ایسے پیشہ کو اپنانے والا تھا کہ جسے میں اپنی طبعیت کے قطعی خلاف محسوس کرتا تھا۔ مجھے امید تھی کہ شاید کوئی میری مشکل کو سمجھ سکے۔ اور وہ کوئی انتہائی جذباتی شاعری mirzur feier کا خالق شاعر کیوں نہ ہو۔ اور گو کہ میری منشا قطعی یہ نہیں تھی۔ میں خط لکھنے بیٹھ گیا اور اس میں نے کم و کاست اپنے دل کی بات یوں کھل کر تحریر کی جیسی میں کسی اور انسان سے نہیں کر سکتا تھا۔ کئی ہفتے گزر گئے تب جا کر کہیں جواب آیا نیلی مہر والے لفافے پر پیرس کی مہر لگی ہوئی تھی۔ مجھے یہ کافی وزنی محسوس ہوا۔ اور لفافہ پر وہی خوبصورت۔ واضح اور مستحکم حروف نظر آئے جو خط کی تحریر میں پہلے لفظ سے آخری لفظ تک اس ہی طرح صاف اور پر اعتماد انداز سے لکھے گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی رائنذر ماریہ رلکے سے میری باقاعدہ خط و کتابت شروع ہو گئی جو ۱۹۰۸ء تک جاری رہی۔ اور پھر اس میں بتدریج کمی آتی آ گئی اس لئے کہ زندگی نے مجھے پھر ان ہی مقامات میں دھکیل دیا جن سے شاعری کی شفقت عنائت اور ہمدری نے مجھے محفوظ رکھا تھا۔

لیکن یہ بات اہم نہیں ہے۔ اہم وہ دس خطوط ہیں جو یہاں شائع کیے جا رہے ہیں۔ یہ اس دنیا کو سمجھنے کے لئے اہم ہیں جس میں رائنذر ماریہ رلکے نے زندگی گذاری اور کاوش کی۔ اور یہ ان بہت سے ابھرتے ہوئے فنکاروں کے لئے بھی اہم ہیں جو آج یا کل ترقی کی منزلوں میں قدم رکھیں گے۔ اور جہاں ایک عظیم اور منفرد انسان بول رہا ہو وہاں چھوٹے لوگوں کو خاموش رہنا چاہئے۔

# خط نمبر ۱

پیرس
۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء
مکرمی

چندہی روز ہوئے کہ مجھے آپ کا خط ملا۔ میں اس انتہائی مشفقانہ اعتماد کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔اس سے زیادہ میری استطاعت نہیں ہے۔ میں آپ کے اشعار کی نوعیت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا اس لئے کہ یہ تنقید میرے بس کی بات نہیں۔تنقیدی کلمات کسی بھی فن پارے کے متعلق کمزور ترین اظہار رائے ہوتے ہیں۔اور آخر کار ان کی حیثیت نیک نیتی پر مبنی غلط فہمیوں سے زیادہ اہم نہیں ہوتی۔لوگ چاہے کچھ بھی کہیں باتیں نہ اتنی آسانی سے سمجھ میں آتی ہیں نہ اظہار میں لائی جاسکتی ہیں۔اکثر واقعات نا قابل بیان ہوتے ہیں اس لئے کہ ان کا تعلق اس دنیا سے ہوتا ہے جہاں لفظ کا گذر نہیں اور فن پارے سب سے زیادہ نا قابل اظہار ہوتے ہیں اور ان میں ایک رمزیت ہوتی ہے۔ان کی زندگی ہماری زندگیوں سے زیادہ دیرپا

ہوتی ہے۔

ان ابتدائی کلمات کے بعد مجھے اتنا اور کہنے کی اجازت دیجئے کہ آپ کے اشعار کا کوئی منفرد اسلوب نہیں ہے گو یہ ضرور ہے کہ ان میں ذاتی قسم کی کچھ باتیں دبی دبی سی خواہش کے ساتھ ظاہر ہونے کی کوشش کر رہی ہیں۔ نظم ''میری روح'' میں مجھے اس کا واضح احساس ہوتا ہے۔ اس میں آپ کی کوئی ایسی بات ہے جو لفظ وصوت کے ذریعہ اظہار کے لئے بیتاب ہے۔ اور یہ خوبصورت نظم ''لیو بارڈی کے نام'' اس میں یقیناً اس تنہائی زدہ انسان سے ایک تعلق سا ابھرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ تاہم اپنے طور پر یہ نظمیں ابھی کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتیں۔ ان کا اپنا علیحدہ سے کوئی مقام نہیں۔ آخری نظم میں بھی نہیں اور لیو بارڈی والی نظم میں بھی نہیں۔ آپ کا شفقت نامہ جو ان نظموں کے ہمراہ ہے ان مختلف قسم کی مشکلات کی نشاندہی کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا جن سے مجھے ان کے مطالعہ کے دوران دوچار ہونا پڑا گو میں خاص طور پر ان کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔

آپ نے پوچھا ہے کہ کیا آپ کے اشعار اچھے ہیں؟ آپ نے مجھ سے یہ سوال کیا ہے۔ اس سے پہلے آپ نے دوسروں کی رائے بھی لی ہے۔ آپ نے انہیں رسائل کو بھی بھیجا ہے۔ آپ دوسری نظموں سے ان کا موازنہ بھی کرتے ہیں اور جب کچھ مدیران کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں تو آپ پریشان ہو جاتے ہیں۔ اب (جب کہ آپ نے مجھے مشورہ کی اجازت دی ہے) تو میں عرض کرتا ہوں کہ ان سب باتوں کو بھول جائیں۔ آپ باہر کی طرف (دوسروں کی طرف) دیکھ رہے ہیں اور آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے ' کوئی آپ کو مشورہ نہیں دے سکتا۔ کوئی آپ کی مدد نہیں کر سکتا۔ کوئی نہیں۔ صرف ایک ہی راستہ ہے۔ اپنے اندر دیکھیں۔ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ کیا چیز آپ کو لکھنے پر اکساتی ہے۔ یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ کیا آپ کے دل کی گہرائیوں میں اس نے اپنی جڑیں پھیلا دی ہیں۔ آپ ایمانداری کے ساتھ خود سے یہ سوال کریں کہ اگر آپ کو یہ سب کچھ لکھنے نہ دیا جاتا تو کیا آپ مر جاتے۔ اور سب سے اہم یہ کہ رات کے خاموش ترین لمحہ میں اپنے آپ سے یہ سوال کریں کہ کیا ضرور مجھے لکھنا چاہئے؟ سنجیدہ جواب کے لئے اپنے دل کی گہرائیوں میں اتر جائیں۔ اگر اس سوال کا پختہ اور سیدھا سادھا جواب یہ ہو کہ مجھے لکھنا چاہئے تو پھر اس ضرورت کے تحت زندگی کو ڈھالیں۔ آپ کی زندگی معمولی اور غیر اہم لمحات میں بھی اس ضرورت کا عکس ہو اور اس کی شاہد ہو۔ پھر فطرت کی طرف رخ کریں۔ پھر

MashalBooks.com

کسی پہلے انسان کی طرح یہ کہنے کی کوشش کریں کہ کیا دیکھا ہے؟ کیا محسوس کیا ہے؟ کیا چاہا ہے؟ کیا کھویا ہے؟ عشقیہ نظمیں نہ لکھیں۔ گھسی پٹی اور فرسودہ اصناف کو استعمال نہ کریں۔ ان میں بہت مشکلات ہیں اس لئے کہ جہاں بہت اچھی اور شاندار روایات کثرت سے ذہن میں آتی ہوں تو وہاں اپنی بات کہنے کے لئے بڑی پختہ استعداد چاہئے۔ چنانچہ ان عام موضوعات سے خود کو بچائیں اور ان کی تلاش کریں جو روزمرہ زندگی فراہم کرتی ہے۔ اپنی محرومیوں اور خواہشوں کی بات کریں۔ ان خیالات کی بات کریں جو ذہن کو چھو کر گذر جاتے ہیں۔ حسن پر اعتماد کریں۔ یہ تمام باتیں پوری لگن سے، بڑی متانت سے اور بڑے عاجزانہ خلوص کے ساتھ بیان کریں اور اپنے اظہار کے لئے وہ چیزیں استعمال کریں جو آپ کے ماحول میں ہیں۔ وہ تصویریں جو خوابوں میں ابھرتی ہیں۔ وہ چیزیں جو یاد کا سرمایہ ہیں۔ اگر آپ کو اپنی زندگی حقیر لگے تو اس کا گلہ نہ کریں۔ خود کو اس کا ذمہ دار ٹھہرائیں۔ یہ اعتراف کریں کہ آپ میں وہ شاعرانہ صلاحیت نہیں ہے جو ان خوبیوں کو دیکھ سکے۔ اس لئے کہ تخلیق کرنے والے کے نزدیک کوئی چیز حقیر نہیں ہے کوئی مقام بے معنی نہیں ہے۔ اگر آپ کسی قید خانہ میں بھی ہوں جہاں باہر سے کسی قسم کی آوازیں نہ آسکیں۔ تو کیا پھر بھی آپ کا بچپن آپ کے ساتھ نہ ہوگا؟ وہ بیش قیمت شاہانہ مملکت' یادوں کا وہ خزینہ! اس کی طرف توجہ کریں۔ اس بھرپور ماضی کے محسوسات کو ذہن کی گہرائیوں سے باہر لائیں۔ آپ کی شخصیت مزید مستحکم ہوگی۔ آپ کی تنہائی پھیل کر ایک ایسی دھن بن جائے گی جسے باہر کا شور متاثر نہیں کر سکے گا اور یوں اپنے اندر اتر جانے سے 'اپنی دنیا میں یوں جذب ہو جانے سے شعر وارد ہوں گے۔ پھر آپ کو یہ ضرورت نہیں ہوگی کہ آپ دوسروں سے پوچھیں کے کیا وہ شعر اچھے ہیں؟ پھر آپ یہ بھی نہیں چاہیں گے کہ رسائل آپ کی نظموں میں دلچسپی لیں۔ کیوں کہ ان میں آپ کو اپنا عزیز فطری سرمایہ ملے گا۔ آپ کی اپنی زندگی کا ایک جزو۔ اسکی ایک آواز۔ کوئی بھی فن پارہ اس وقت اچھا ہوتا ہے جب اس کی تخلیق ناگزیر ہو جائے۔ یہی وجہ تخلیق اس کی قدر کا تعین کرتی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور معیار نہیں ہے۔ چنانچہ 'عزیز محترم' میں آپ کو اس کے علاوہ کوئی اور مشورہ نہیں دے سکتا کہ آپ اپنے اندر اتر جائیں اور ان گہرائیوں کا جائزہ لیں جن سے آپ کی زندگی کی بنیاد اٹھی ہے۔ اس منبع سے آپ کو اپنے اس سوال کا جواب ملے گا کہ کیا تخلیق آپ کے لئے ناگزیز ہے؟ جیسا بھی جواب ملے۔ بے کم و کاست اسے قبول کریں۔ غالباً آپ پر یہ انکشاف ہوگا کہ آپ کو فنکار بننے کے لئے تخلیق کیا گیا ہے۔ پھر

تقدیر کے اس فیصلہ کو قبول کریں ۔ اس کے لئے اپنے اندر جرأت پیدا کریں ۔ اس ذمہ داری کے لئے ،اس عظمت کے لئے ،اور اس کی پرواہ نہ کریں کہ باہر سے آپ کو کس قسم کا اعزاز ملتا ہے ۔ اس لئے کہ تخلیق کار کو تو خود ایک دنیا ہونا چاہئے ۔ اور اس کے اپنے اندر اور اس فطرت میں جس سے اس نے خود کو منسلک کر لیا ہے اس کی ہر ضرورت کو پورا ہونا چاہئے ۔

لیکن شاید اس طرح اپنے اندر اتر جانے سے اور اپنے دل کی گہرائیوں کے سکوت میں پہنچ کر آپ کو شاعر بننے کا خیال دل سے نکالنا پڑے ۔ ( جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں ۔ اتنا احساس کافی ہے کہ انسان لکھے بغیر بھی جی سکتا ہے ۔ پھر اسے اس کوشش رائیگاں میں نہیں پڑنا چاہئے ) ۔ پھر بھی یہ خود شناسی جس کا میں مشورہ دے رہا ہوں بے کار نہیں جائے گا ۔ اس سے آپ کی زندگی کی راہیں متعین ہونگی ۔ اور میری دعا ہوگی کہ راہیں کامران ۔ بھرپور اور وسیع ہوں ۔

اس سے زیادہ میں اور آپ سے کیا کہوں؟ میرے نزدیک ہر چیز کی اپنی ایک مناسب اہمیت ہے ۔ اور پھر میں چاہتا بھی تو یہی ہوں کہ آپ خاموشی سے ،سنجیدگی سے زندگی میں مستقل ترقی کرتے رہیں ۔ باہر کی طرف دیکھنے سے اور دوسروں کے ردعمل میں اپنے سوالوں کے جواب ڈھونڈے سے صرف پراگندگی پیدا ہوگی ۔ پرسکون لمحات میں اندر کی گہرائیوں میں جھانکنے سے ہی ان سوالوں کے جواب مل سکتے ہیں ۔

آپ کے خط میں پروفیسر ہوراچک کا نام دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی ۔ اس لائق تحسین اور صاحب علم انسان کے لئے میرے دل میں ایسا احترام اور ایسی ممونیت ہے جو برسوں قائم رہتی ہے ۔ کیا آپ انہیں بتائیں گے کہ میرے احساسات کیا ہیں؟ یہ ان کی بڑی عنایت ہے کہ مجھے یاد کرتے ہیں اور میں اس کی اہمیت جانتا ہوں ۔

جو اشعار آپ نے مجھے بھیجے تھے میں انہیں اسی وقت لوٹا رہا ہوں ۔ میں ایک مرتبہ پھر آپ کے اعتماد اور خلوص کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور گو میں بالکل اجنبی ہوں مگر میں اس پر خلوص جواب کے ذریعہ آپ کی نظروں میں ایک مقام حاصل کرنے کا خواہاں ہوں ۔

آپ کا مخلص اور دعا گو

رائنر ماریہ رلکے

# خط نمبر۲

ویلریگیو۔نزد۔(اٹلی)
۱۵اپریل۱۹۰۳ء۔

معذرت خواہ ہوں کہ مجھے آپ کے۲۴ فروری کے خط کا خیال آج آیا۔اس تمام عرصہ میں میری صحت ٹھیک نہیں رہی۔یوں میں بیمار تو نہیں تھا لیکن انفلوئزہ کی سی قسم کی تساہلی نے مجھے پکڑ رکھا تھا اور میں کوئی بھی کام کرنے کے لائق نہیں تھا۔حتٰی کہ جب میں کسی طرح صحت یاب نہ ہوسکا تو اس جنوبی سمندر کی طرف آ گیا جس کے خوشگوار اثر نے ایک مرتبہ پھر مجھے سہارا دیا۔لیکن میں اب بھی ٹھیک نہیں ہوں۔لکھنا میرے لئے مشکل ہے۔چنانچہ میری طرف سے آپ یہ چند سطور قبول فرمائیں۔

MashalBooks.com

یقیناً آپ جانتے ہیں کہ آپ کا ہر خط میرے لئے طمانیت کا باعث ہوتا ہے اور آپ کو میرے ایک خط پر ہی اکتفا کرنا پڑتا ہے جو غالباً ایک تشنگی کی سی کیفیت چھوڑ جاتا ہے۔ اس لئے کہ بنیادی طور پر اور اہم ترین اور سنجیدہ ترین باتوں میں ہم بالکل تنہا ہیں۔ اس لئے کہ اس مقام تک پہنچنے کے لئے جہاں کوئی ایک شخص کسی دوسرے کو مشورہ دینے یا اس کی مدد کرنے کے لائق ہو سکے، بہت کچھ ہونا ضروری ہے۔ بہت سی باتیں مناسب ہوں۔ چیزوں کے پورے پورے جھرمٹ صحیح رخ پر چل رہے ہوں تو پھر ہی صرف ایک بار کامیابی کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

آج میں آپ کو مزید دو باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ ستم ظریفی۔ آپ اس کے اثر میں نہ آئیں۔ خصوصاً اپنے غیر تخلیقی لمحات میں۔ اپنے تخلیقی لمحات میں اسے زندگی پر گرفت حاصل کرنے کے ایک ذریعہ کے طور پر استعمال کریں۔ اگر اسے نیک نیتی سے استعمال کیا جائے تو یہ ایک اچھی چیز ہے اور اس کے استعمال پر کوئی شرمندگی نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن اگر آپ محسوس کریں کہ کچھ زیادہ ہی اس میں الجھتے جا رہے ہیں تو بڑی سنجیدہ چیزوں کی طرف توجہ کریں جس کے سامنے یہ بہت حقیر اور بے بس ہو جاتی ہے۔ چیزوں کی گہرائی تک پہنچیں۔ اور جب اس طرح آپ عظمت کی بلندیوں کو چھوڑنے لگیں تو اس بات کا جائزہ لیں کہ کیا یہ ستم ظریفانہ رویہ آپ کی کوئی فطری ضرورت ہے۔ اس لئے کہ سنجیدہ باتوں کے زیر اثر یا تو یہ (اگر محض اتفاقی ہے) آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گی اور یا (اگر یہ واقعی آپ کا فطری رویہ ہے) تو یہ ایک مضبوط آلۂ کار بن جائے گی اور ان اجزاء میں شامل ہو جائے گی جن سے آپ اپنے فن کو سنواریں گے۔

اور میں جس دوسرے نکتہ کے متعلق آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔

میری تمام کتابوں میں سے چند ہی ہیں جو میرے لئے قطعی اہمیت کی حامل ہیں۔ اور جہاں بھی میں ہوں یہ دونوں ہمیشہ میرے ساتھ ہوتی ہیں۔ وہ یہاں بھی میرے پاس ہیں۔ ایک انجیل اور دوسرے عظیم ولندیزی ادیب ژاں پیٹر جیکبسن کی کتابیں۔ معلوم نہیں آپ کو ان تصانیف کا علم ہے۔ آپ انہیں آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں اس لئے کہ ان میں سے کچھ کے ریکلام کی یونیورسل لائبریری میں ترجمے موجود ہیں۔ جے پی جیکبسن کی مختصر ''چھ کہانیوں'' والی جلد اور اس کا ناول ''نیلز لاھنے'' حاصل کر لیجئے اور ان میں سے پہلی کہانی ''موگنز'' سے مطالعہ شروع کر دیجئے۔ ایک پوری دنیا آپکے سامنے کھل جائے گی۔ خوشی، فراوانی اور بے اندازہ وسعت کی دنیا۔ ان کتابوں کے ساتھ کچھ وقت گذاریں۔ اور ان میں جو کچھ سیکھنے کے

قابل ہوسکیں۔لیکن سب سے اہم یہ ہے کہ ان کے لئے رغبت پیدا کریں اور اس لگاؤ کا آپ کو ہزار ہا گناہ فائدہ ملے گا اور آپ کی زندگی جو بھی رخ اختیار کرے گی، مجھے یقین ہے کہ یہ آپ کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ کے تمام تجربوں میں ایک اہم ترین تجربہ ہوگا۔مایوسیوں اور خوشیوں سے بھرپور۔

اگر مجھ سے یہ پوچھا جائے کہ میں نے تخلیقی عمل کی نوعیت کے بارے میں کس سے سیکھا ہے۔اس کی گہرائی اور اس کی ابدی حیثیت کے بارے میں۔تو میں صرف دو ناموں کا حوالہ دے سکتا ہوں، عظیم ادیب، عظیم جیکبسن اور سنگتراش آگسٹے روڈن جس کا موجودہ فنکاروں میں کوئی ثانی نہیں۔

سب کامیابیاں آپ کی راہ میں ہوں

آپ کا

رائنر ماریہ رلکے

MashalBooks.com

# خط نمبر ۳

ویلریگیو۔نزدپیسا (اٹلی)
۲۳اپریل۱۹۰۳ء

عزیزی! مجھے آپ کے ایسٹر کے خط نے بہت لطف دیا۔اس لئے کہ اس میں آپ کے اپنے متعلق بہت سی اچھی باتیں تھیں اور جس طرح آپ نے جیکسن کے عظیم اور دلکش فن کا تذکرہ کیا اس سے مجھے پتہ لگا کہ آپ کو مشورہ دینے میں میں نے کوئی غلطی نہیں کی تھی اور آپ کے سوالوں کے جواب کے لئے اس خزینہ کی نشاندہی کی تھی۔

اب ''نیلز لاھنے'' آپ کے سامنے ایک شاندار اور ٹھوس دنیا کے دروازے کھول دے گی۔اسے جتنی بار پڑھا جائے۔اس میں زندگی کی خفیف سی خوشبو سے لے کر بڑے سے بڑے پھل کے ذائقہ تک سب کچھ ہے۔کوئی بات ایسی نہیں جو سمجھ میں نہ آئے۔محسوس نہ ہو یا جن کی یادوں میں گونج نہ سنائی دے۔کوئی تجربہ حقیر نہیں ہے۔اور ایک چھوٹے سے چھوٹا واقع بھی تقدیر بن کر سامنے آتا ہے۔اور قسمت خود ایک عجیب وغریب وسیع جالے کی طرح ہے جس میں ہر ریشہ کسی نہایت ہی لطیف ہاتھ سے سنوارا جاتا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر، سینکڑوں دوسرے دھاگوں کے ساتھ اپنی جگہ قائم ہو جاتا ہے۔پہلی مرتبہ کتاب کے پڑھنے سے آپ کو بہت لطف آئے گا اور آپ خوابوں جیسے حیرت کدہ میں چلے جائیں گے۔مگر میں آپ کو یہ بتا سکتا ہوں کہ بعد میں بھی ان کتابوں کے بار بار پڑھنے سے ویسے ہی تحیر کا احساس ہوگا اور ان کی زبردست گرفت کبھی ڈھیلی نہیں پڑے گی۔اور نہ ہی ان کا وہ سحر ختم ہوگا جو پہلی بار پڑھنے سے ذہن پر طاری

ہو جاتا ہے۔

پھر یوں ہوتا ہے کہ ان میں زیادہ مزہ آنے لگتا ہے۔ ممنونیت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ غور کرنے سے یہ تاثر اور واضح ہو جاتا ہے اور نکھر جاتا ہے۔ زندگی پر اعتماد کو مضبوط کرتا ہے اور اس کو زیادہ خوشگوار اور زیادہ اہم بناتا ہے۔

بعد میں آپ ''میری گوبے'' کے اشتیاق اور انجام سے متعلق حیرت انگیز کتاب اور جیکسن کے خطوط، اس کی ڈائری کے صفحات، اس کی تحریر کے ٹکڑے اور نظمیں پڑھیئے جو (اگرچہ ان کے ترجمے بس گذارہ ہی ہیں) ایک ابدی نغمگی کی حامل ہیں۔ (اس کے لئے میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ جب بھی موقع ملے آپ جیکسن کے مجموعہ کو خرید لیں جن میں یہ سب موجود ہے یہ تین جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ اور ترجمہ اچھا ہے۔ اسے لا ڈپذرگ میں یوگن ڈیڈرش نے شائع کیا ہے اور اس کی جلد کی قیمت پانچ یا چھ روپے ہے)۔

''یہاں پھول ہونے چاہئیں تھے۔۔۔'' (ایک بے مثال لطافت اور ہیئت کی تحریر) کے متعلق آپ کے خیالات یقیناً صحیح ہیں۔ اتنے ہی نا قابل گرفت جتنے پیش لفظ لکھنے والے کے خیالات۔ اور یہاں مجھے بلا تاخیر ایک گذارش کر دیں۔ جمالیاتی تنقید جہاں تک ہو سکے کم سے کم پڑھیں۔ ایسی چیزیں تو جانبدارانہ ہوتی ہیں یا زندگی سے عاری اور پتھر کی طرح بے جان یا پھر وہ لفاظی ہوتی ہیں جن میں آج ایک نظریہ حاوی ہوتا ہے اور کل دوسرا۔ فن پارے انتہائی انفرادیت کے حامل ہوتے ہیں اور تنقید ان کو سمجھنے کا ایک بہت ہی حقیر ذریعہ ہے۔ صرف محبت انہیں سمجھ سکتی ہے ان کی گرفت کر سکتی ہے اور ان کے ساتھ انصاف کر سکتی ہے۔ ہر دلیل، ہر بحث اور ہر تعارف کے متعلق آپ صرف خود اپنے آپ کو اور اپنے احساسات کو صحیح سمجھیں۔ اور اگر آپ غلطی پر ثابت ہوں تو آپ کی باطنی زندگی کے فروغ کے ساتھ ساتھ آپ کو نئی بصیرتیں حاصل ہوں گی۔ اپنے نظریات کو اطمینان اور سکون کے ساتھ پنپنے دیجئے جو ہر ارتقائی عمل کی طرح دل کی گہرائیوں سے اٹھتے ہیں اور جنہیں نہ زبردستی بڑھاوا دیا جا سکتا ہے نہ کسی اور ذریعہ سے ان کی نشونما کو تیز کیا جا سکتا ہے۔ ہر عمل ایک تخلیقی عمل ہے ایک ولادت ہے۔ احساس کے ہر نقش اور ہر جزو کی تشکیل کرنا اسے مکمل کرنا۔ وہ جو پوشیدہ ہے۔ جو نا قابل بیان ہے، شعور سے پرے ہے، جس کا ادراک نہیں کیا جا سکتا اس کی تخلیق کا صبر سے عاجزی کے ساتھ انتظار کرنا، واضح کرنا، یہی ایک فنکار کی زندگی ہے کہ تخلیق کے عمل کے ذریعہ وہ ادراک تک نہیں پہنچے۔

یہ گھڑیوں کے گننے کا معاملہ نہیں ہے۔ برسوں کی بات نہیں ہے۔ دس برس کوئی چیز نہیں ہیں۔ فنکار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حساب کتاب سے ماورا ایک درخت کی طرح یوں پھیلنا کہ اس کی نشونما کو زبردستی بڑھانے کی کوشش نہ کی جائے اور بہار کے طوفانوں کو یوں اعتماد سے جھیلنا کہ یہ خوف نہ رہے کہ شاید اس کے بعد موسم گرما نہ آئے۔ یہ ضرور آتا ہے۔مگر صرف اس کے لئے جس میں تحمل ہو۔ جو یوں بے نیازی سے، اطمینان سے اور اپنی پوری وسعت کے ساتھ ہو جیسے کہ ابدیت اس کے سامنے ہو۔ میں روزانہ اس بات کو سیکھتا ہوں۔ بڑے دکھ سے سیکھتا ہوں جس کے لئے میں ممنون ہوں کہ صبر ہی سب کچھ ہے۔

رچرڈ ڈھمل۔اس کی کتابیں مجھے متاثر کرتی ہیں۔(اور۔اتفاقاً وہ آدمی مجھے ایسے ہی متاثر کرتا ہے جس سے بس یوں ہی سرسری سی ملاقات ہو جاتی ہے)۔ایسے متاثر کرتی ہیں کہ جب میں اس کے خوبصورت صفحات پڑھتے ہوئے کسی ایک صفحہ پر پہنچتا ہوں تو میں ہمیشہ اگلے صفحہ سے ڈرتا ہوں کہ کہیں سب کچھ گڑبڑ نہ کر دے اور جو اس قدر دلچسپ ہے بالکل فضول نہ ہو جائے۔آپ نے اس کو بڑے اچھے الفاظ میں یوں سمیٹا ہے۔زندگی اور تحریر دونوں میں گرمی ہے۔اور در حقیقت فنکارانہ تجربہ ناقابل یقین حد تک جنس سے بہت قریب ہے۔اس میں وہی درد ہے۔وہی وجدانی کیفیت ہے۔یوں کہ یہ دونوں ایک ہی جذبہ اور ایک ہی سرور کے دو مختلف مظہر ہیں۔اور اگر گرمی کی جگہ جنس کا لفظ استعمال کیا جائے۔جنس، عظیم، وسیع اور پاک معنوں میں۔جس میں ملاؤں کی ذہنیت سے پیدا ہونے والی غلطی کا شائبہ نہ ہو۔ پھر تو فنکار کا دل بہت ہی عظیم اور بے انتہا اہم ہو گا۔اس کی شعری قوت بنیادی جبلت کی طرح عظیم اور مضبوط ہو گی۔اس کی اپنی ناقابل تسخیر لے ہو گی جو اس میں سے اس طرح پھوٹے گی جیسے پہاڑں سے۔لیکن لگتا ہے کہ یہ قوت ہمیشہ دیانتدار نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی تصنع سے خالی ہوتی ہے (لیکن پھر یہ بھی تخلیقی فرد کا ایک سخت ترین امتحان ہے کہ وہ ہمیشہ ایک خود فراموشی کے عالم میں رہے۔اسے اپنی خوبیوں کا اندازہ ہی نہ ہو اور اس طرح ان کی ندرت اور ان کا اچھوتا پن ضائع نہیں ہو گا۔اور پھر جب یہ اس کے وجود میں سے ہوتے ہوئے جنسی سطح تک پہنچیں تو یہاں خالصتاً ایسا مرد نہیں ملتا جس کی اسے توقع ہو۔ یہاں پوری طرح بالغ اور پاکیزہ جنسی دنیا نہیں ہوتی بلکہ اس میں مناسب انسانیت کی کمی ہوتی ہے۔ یہ صرف مرد کی دنیا ہوتی ہے۔اس میں گرمی ہوتی ہے نشہ ہوتا ہے ہیجان ہوتا ہے۔اور وہ قدیم تعصّبات اور رعونت اس پر حاوی ہوتے ہیں جس نے مرد کی شخصیت کو مسخ کر

MashalBooks.com

دیا ہے اور محبت کو ایک بوجھ بنا دیا ہے۔ چونکہ وہ صرف مرد ہو کر محبت کرتا ہے، انسان بن کر نہیں۔ اس لئے اس کے جنسی احساسات میں ایک تنگ نظری ایک بظاہر وحشیانہ پن، حقارت آمیزی، ابن الوقتی اور ایسی کیفیت آ جاتی ہے جس میں ابدیت نہیں ہوتی اور جو اس کے فن کو دھندلا دیتی ہے اور اسے مبہم اور مشکوک بناتی ہے۔ یہ عیب سے خالی نہیں ہوتا۔ وقتی اور جذباتی ہوتا ہے اور اس کے باقی رہنے اور دیرپا ہونے کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔ (لیکن فن میں زیادہ تر یہی صورتحال ہوتی ہے)۔ تاہم اس میں جو بھی کچھ عظمت ہے وہ خوشی کی بات ہے۔ صرف یہ ہے کہ فرد اس میں گم نہ ہو جائے اور اس Dehvelian دنیا کا پرستار نہ بن جائے جس میں نا قابل بیان خدشات ہیں جو تذبذب اور بے وفائی سے بھری ہوئی ہے اور اپنے اصل مقدر سے بہت دور ہیں۔ وہ مقدر جو ان عارضی مصیبتوں سے زیادہ دکھ کا باعث ہوتا ہے مگر جو ابدی عظمت اور جرأت کے مواقع بھی مہیا کرتے ہیں۔

آخر میں۔ جہاں تک میری کتابوں کا تعلق ہے۔ میری پوری خواہش ہو گی کہ میں آپ کو وہ سب کتابیں بھیج دوں جن سے آپ کو لطف حاصل ہو۔ لیکن میں بہت غریب ہوں اور میری کتابیں جب ایک بار چھپ جاتی ہیں تو پھر میری ملکیت نہیں رہتیں۔ میں خود ان کو خرید نہیں سکتا اور گو کہ میری بڑی خواہش ہوتی ہے مگر میں یہ کتابیں انہیں نہیں دے سکتا جو ان کو عزیز رکھ سکتے ہیں۔

چنانچہ میں آپ کو ایک کاغذ پر ان کتابوں کے عنوانات (اور ناشرین کے نام) لکھ کر بھیج رہا ہوں جو حال ہی میں چھپی ہیں (بالکل تازہ ترین۔ میرا خیال ہے کہ میری کل ۱۲ یا ۱۳ کتابیں چھپی ہیں)۔ اور میں یہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ جب بھی آپ کو موقع ملے ان میں سے کچھ خرید لیں۔

میں یہ سمجھ کر خوش ہوں گا کہ میری کتابیں آپ کی تحویل میں ہیں۔

خدا حافظ

آپ کا

رائنر ماریہ رلکے

MashalBooks.com

# خط نمبر۴

وورپیسوڈے۔نزد بریمن

۱۶ جولائی ۱۹۰۳ء

کوئی دس روز ہوئے کہ میں پیرس سے روانہ ہوا تھا۔کافی بیمار اور نحیف، اور میں اس شمالی میدانی علاقہ میں پہنچ گیا ہوں جس کی کھلی فضاء، خاموشی اور یہاں کا آسمان مجھے پھر سے تندرست کردے گا۔لیکن جب میں یہاں پہنچا تو دیر سے بارش کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔جس کے بعد آندھیوں کی زد پر آئی ہوئی اس زمین پر پہلی مرتبہ کچھ گھٹا کے کھلنے کے آثار نظر آرہے ہیں اور میں عزیز محترم، موسم کے کھلتے ہی آپ کو سلام بھیج رہا ہوں۔

بہت ہی عزیز مسٹر کاپس۔ بہت عرصہ سے میں نے آپ کے خط کا جواب نہیں دیا۔ یہ بات نہیں کہ میں بھول گیا تھا۔ بلکہ یہ خط ہی ایسا تھا کہ جسے، جب وہ خطوط کے پلندہ میں مل جائے تو دوبارہ پڑھا جائے اور اس خط کو پڑھ کر مجھے ایسا لگا جیسے آپ بالکل میرے قریب ہی ہیں۔ یہ ۲ مئی کا خط تھا اور یقیناً آپ کو یاد ہوگا۔اب جب میں نے اس دور دراز پرسکون مقام پر اس کو پڑھا تو میں زندگی کے متعلق آپ کی لطیف تشویش سے بہت متاثر ہوا۔اس سے بھی زیادہ جو مجھے پیرس میں محسوس ہوا، جہاں بے انتہا شور کی وجہ سے ہر چیز میں ارتعاش رہتا ہے اور آوازیں تیزی سے اٹھتی ہیں اور فوراً ہی خاموش ہو جاتی ہیں۔ یہاں جہاں میرے سامنے ایک وسیع دنیا ہے جہاں سمندروں سے ہوائیں آتی ہیں۔ یہاں میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی بھی انسان چاہے وہ کہیں بھی ہو آپکے ان سوالوں اور ان احساسات کی جو بڑی گہرائی میں خود اپنی زندگی جیتے ہیں تشریح نہیں کرسکتا۔اس لئے جب بہت ہی لطیف اور ناقابل بیان باتوں کو بیان کرنے کی کوشش کی جائے تو بہترین دماغ بھی لفظوں کے فریب میں آجاتے ہیں۔تاہم مجھے یقین ہے کہ آپ اگر ان جیسی

MashalBooks.com

اشیاء کو گرفت کر لیں جو میری آنکھوں کو تازگی بخش رہی ہیں تو آپ ان جوابات سے محروم نہیں رہیں گے ۔ اگر آپ فطرت سے وابستہ رہیں، فطرت کی سادگی سے، اور ان چھوٹی چھوٹی چیزوں سے جن کی طرف مشکل سے ہی کوئی نظر اٹھاتا ہے اور جو غیر متوقع طور پر اتنی بڑی اور اتنی نا قابل گرفت ہو جاتی ہیں ۔ اگر آپ ان حقیر چیزوں کو عزیز رکھتے ہیں اور سادگی کے ساتھ ان کی طرف توجہ کرتے ہیں، جیسے کوئی کسی معمولی چیز کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے تپسیا کرتا ہے تو ہر بات آسان ہو جائے گی، زیادہ مناسب ہو گی اور کسی نہ کسی طور پر آپ سے زیادہ ہم آہنگ ہو گی ۔ صرف ذہن کے لئے نہیں ۔ جو بہت پیچھے رہ جاتا ہے بلکہ آپ کے شعور کی گہرائیوں میں، جاگتے ہوئے، سمجھتے ہوئے ۔ آپ ابھی نو عمر ہیں اس لئے ہر طرح کی شروعات سے پہلے ۔ اور عزیز گرامی ۔ میں آپ سے نہایت اصرار سے درخواست کروں گا کہ آپ کے دل میں جو الجھنے ہیں ان کے متعلق صبر سے کام لیں اور خود ان سوالوں کو ہی ایسا عزیز رکھیں جیسے مقفل کمرے کو یا ان کتابوں کو جو کسی اجنبی زبان میں لکھی گئی ہوں ۔ ابھی جوابات کی تلاش نہ کریں جو اس لئے آپ کو نہیں دیے جا سکتے کہ آپ ان کو برداشت نہیں کر سکیں گے ۔ اور بات یہ ہے کہ بھرپور زندگی کے لئے ان سوالوں کے ساتھ جائیں ۔ پھر شاید آہستہ آہستہ، انجانے طور پر، آپ کسی آنے والے وقت میں جوابوں کے ساتھ جی سکیں ۔ شاید آپ کے اپنے اندر ہی یہ امکان موجود ہو کہ آپ ایک خاص قسم کی پر مسرت اور صاف زندگی کی تشکیل کر سکیں ۔ اس کے لئے اپنی تربیت کریں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن جو بھی آپ کے سامنے آئے اسے بڑے اعتماد سے قبول کریں ۔ اور اگر یہ خالصتاً آپ کی اپنی کاوش سے ظہور پذیر ہو تو اس کے پابند ہو جائیں اور کسی چیز سے نفرت نہ کریں ۔ جنس کا معاملہ مشکل ہے ۔ یقیناً ۔ لیکن جن چیزوں کی ذمہ داری ہمیں سونپی گئی ہے وہ مشکل ہیں ۔ تقریباً ہر سنجیدہ بات مشکل ہوتی ہے اور ہر بات سنجیدہ ہے ۔ اگر آپ اس بات کو صرف جان لیں اور اپنے طور پر ۔ اپنی فطرت اور اپنے انداز کے مطابق، اپنے تجربوں کی بنیاد پر، اپنے بچپن اور اپنی قوت کے بل پر اگر آپ جنس کے معاملہ میں اپنا ایک ذاتی تعلق قائم کر سکیں ( جس میں رسم و رواج کا دخل نہ ہو ) تو پھر آپ کو گمراہی کا خوف نہیں رہے گا اور آپ اپنی بہترین صلاحیت کے بارے میں خود کو نا اہل سمجھیں گے ۔ جسمانی لطف ایک حسی تجربہ ہے جو خالص بصارت کی طرح ہے یا اس خالص ذائقہ سے مختلف نہیں ہے جو کسی اچھے پھل کے کھانے سے زبان کو محسوس ہوتا ہے ۔ یہ بہت بڑا اور کبھی نہ مٹنے والا تجربہ ہے جو ہمیں عطا ہوا ہے ۔ دنیا کو جاننے کا تجربہ ۔ ہر قسم

MashalBooks.com

کے علم کی روشنی اور پختگی ۔ اور ہمارے اس کو قبول کرنے میں کوئی برائی اور نہیں ہے ۔ برائی اس
میں ہے کہ اکثر لوگ اس تجربہ کو ضائع کر دیتے ہیں ۔ اس کا غلط استعمال کرتے ہیں اور زندگی کے
تھکے ہوئے گوشوں کو اس کے ذریعہ تحریک دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اسے توجہ ہٹانے کے لئے
استعمال کرتے ہیں جب کہ اسے زندگی کے منور لمحوں کو مرتکز کرنے پر لگانا چاہئے ۔ لوگوں نے
تو کھانے کے عمل کو بھی کچھ اور بنا دیا ہے ۔ ایک طرف بھوک ہے اور دوسری طرف افراط ۔ یوں
اس ضرورت کا امتیاز ماند پڑ گیا ہے ۔ اور اسی طرح وہ تمام بنیادی اور سادہ ضروریات جن سے
زندگی تازگی حاصل کرتی ہے ۔ بے رنگ ہو کر رہ گئی ہیں ۔ لیکن فرد اا پنے طور پر ان کو واضح شکل
دے سکتا ہے اور واضح طور پر ان کے ساتھ جی سکتا ہے ۔ (اور فرد نہیں ۔ جو کہ محتاج ہے ۔ تو کم
از کم ایک تنہا شخص) ۔ وہ اس بات کو ذہن میں رکھ سکتا ہے کہ جانوروں اور پودوں کا تمام حسن پر
سکون ابدی محبت کی ایک شکل ہے ۔ اور وہ جانوروں کو اسی تمانیت سے دیکھ سکتا ہے جیسے پودوں
کو ۔ تحمل سے اور خوشی سے یکجا کرتے ہوئے ۔ بڑھتے ہوئے ۔ نشو نما کرتے ہوئے محض جسمانی
لذت سے نہیں نہ جسمانی دکھ سے بلکہ ان ضروریات کے حوالہ سے جو دکھ اور خوشی سب سے بڑی
ہیں جو ارادہ اور مزحمت سب سے زیادہ طاقتور ہیں ۔ کاش انسان  اس راز کو پا سکتا جو دنیا کی
چھوٹی چھوٹی چیزوں تک سرائت کر گیا ہے ۔ وہ اس انکساری سے قبول کر سکتا ہے ۔ برداشت کر سکتا
اس کا متحمل ہو سکتا اور محسوس کر سکتا ہے کہ یہ اتنی آسان بات نہیں ہے اور اس کے لئے سنجیدہ کاوش
کی ضرورت ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ بار آوری کے لئے ، جو ذہنی ہو یا جسمانی دراصل ایک ہی
ہے ۔ اس لئے کہ ذہنی تخلیق مادی وجود سے اٹھتی ہے اور بالکل یہی اس کی فطرت ہوتی ہے ۔ صرف
اتنا ہے کہ یہ جسمانی حظ کی زیادہ لطیف ۔ زیادہ وجدانی اور زیادہ دیرپا شکل ہے ۔ ''خالق ہونے
کا تصور ۔ ولدیت ۔ تعمیم ۔'' بے معنی ہے جب تک اسکی تصدیق اور اسکا حصول مسلسل دنیا
سے نہ ملتا رہے ۔ چیزوں اور جانوروں سے ہزاروں گنا مطابقت کے بغیر یہ کچھ بھی نہیں ۔ اور اس
کا لطف ایک ایسا قابل بیان سرور ہے اور اتنا گہرا ہے اس لئے کہ اس کے ہاتھ لاکھوں ولادتوں
اور تربیتوں کی یادیں وابستہ ہیں ۔ ایک تخلیقی خیال میں محبت کی ہزاروں فراموش راتوں کی یادیں
تازہ ہو جاتی ہیں ۔ اور اس میں ایک عظمت اور شوکت پیدا کرتی ہیں ۔ اور جورات کے وقت
اکھٹے ہوتے ہیں بے پناہ محبت کے ساتھ بغلگیر ہوتے ہیں وہ ایک نیک عمل میں مصروف ہوتے
ہیں ۔ خوشیاں سمیٹتے اور کسی آنے والے شاعر کے لئے گہرائی اور قوت کو مجتمع کرتے ہیں جو

MashalBooks.com

ناقابل بیان وجدانی کیفیتوں کا ذکر کرے گا۔ وہ مستقبل کو آواز دیتے ہیں اور گو ان سے غلطیاں ہوتی ہیں اور وہ بے سوچے سمجھے گرفتار عشق ہو جاتے ہیں۔ مستقبل بہر طور آتا ہے۔ ایک نیا انسان نمودار ہوتا ہے۔ اور اس موقع کی بنیاد پر جو یہاں بار آور نظر آتا ہے وہ قانون بیدار ہوتا ہے جس کے تحت زبردست بیج اپنی پوری مدافعتی قوت کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ اور اس بیضہ میں سرائت کر جاتا ہے جو اپنی آغوش کشادہ کئے اس کی طرف بڑھتا ہے۔ سطحی چیزوں سے حیران نہ ہوں، تہہ میں جا کر سب ایک قانون بن جاتے ہیں۔ اور وہ جو اسرار کو غلط یا بری طرح اپنی زندگی بناتے ہیں (اور ان کی تعداد بہت ہے) وہ خود اپنے لئے ہی اسے ضائع کرتے ہیں۔ تاہم ایک سربمہر خط کی طرح وہ اسے انجانے میں دوسروں تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور آپ ناموں اور معاملوں کے الجھاؤ کی وجہ سے کسی تذبذب میں نہ پڑیں۔ غالباً ایک عظیم مادریت سب پر محیط ہے۔ جو ایک مشترک جذبہ ہے۔ ایک دوشیزہ کا حسن۔ ایک ایسا وجود (جیسا کہ آپ نے بڑے خوبصورت طور پر کہا ہے) جو ابھی کسی حصول تک نہیں پہنچ سکا۔ ایک ایسی مادریت ہے جسے اپنا شعور ہونے لگا ہے اور جو بڑی بے قراری اور بڑے جذبہ کے ساتھ خود کو تیار کر رہی ہیں۔ اور مادرانہ حسن مادریت کی نگہداشت کرتا ہے۔ اور عمر رسیدہ عورت میں زبردست یادیں محفوظ ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ مرد میں بھی مادریت ہے۔ یہ مجھے لگتا ہے کہ جسمانی اور روحانی اس کی ولدیت بھی ایک طرح سے تخلیقی عمل ہے اور یہ تخلیق وہ ہے جو وہ اپنی بھرپور گہرائیوں سے کرتا ہے۔ اور غالباً دونوں جنسیں ہمارے اندازے سے کچھ زیادہ مربوط ہیں۔ اور دنیا کی عظیم تجدید نو اس بات میں ہوگی کہ مرد اور دوشیزہ، تمام جھوٹے احساسات سے آزاد ہو کر اور ہر طرح کی جھجک سے نکل کر ایک دوسرے کی تلاش میں یوں نہیں کہ جیسے وہ ایک دوسرے کی ضد ہیں بلکہ بہن بھائی کی طرح ہمسائیوں کی طرح، اور انسانوں کی طرح ایک دوسرے سے ملیں گے تاکہ وہ سنجیدگی سے تحمل سے جنس کے اس بوجھ کو مل کر اٹھا سکیں جو ان پر آپڑا ہے۔

لیکن ہر وہ چیز جو کبھی بہت سے لوگوں کے لئے ممکن ہو سکے ایک تنہا انسان آج اپنے ہاتھوں سے اس کے لئے تیاری کر سکتا ہے اور اسے تعمیر کر سکتا ہے۔ اور اس میں غلطی کا امکان بھی ہوگا۔ چنانچہ، عزیز محترم، اپنی تنہائی کو عزیز رکھئے اور اس سے جو دکھ وابستہ ہے اسے ایک میٹھے درد کی طرح برداشت کیجئے۔ اس لئے کہ بقول آپ کے جو آپ کے قریب ہیں وہ بہت دور ہیں اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خلاء آپ کے گرد وسیع ہو جاتا رہا ہے۔ اور پھر جو آپ کے

MashalBooks.com

نزدیک ہے وہ دور رہے تو آپ کے درمیان فاصلے ستاروں کی طرح وسیع ہیں۔اپنے اس بڑھنے اور پھیلنے میں سرور محسوس کریں جس میں ظاہر ہے آپ کسی دوسرے کو اپنا رفیق نہیں بنا سکتے۔اور جو پیچھے رہ جائیں ان پر شفقت کریں اور ان کے سامنے پر اعتماد اور مطمئن نظر آئیں اور اپنے شکوک سے انہیں کرب میں مبتلا نہ کریں اور نہ اپنے اعتماد اور اپنی خوشی سے انہیں مرعوب کریں جنہیں وہ سمجھ نہیں پائیں گے۔ان کے ساتھ کوئی سادہ سا پر اعتماد تعلق قائم کرنے کی کوشش کریں۔ جو ضروری نہیں کہ آپ کو بدل دے اس لئے کہ آپ بدلیں گے اور بدلتے رہیں گے۔ان میں زندگی کی اجنبی صورتوں سے پیار کریں اور عمر رسیدہ لوگوں کا خیال رکھیں۔ جو اس تنہائی سے ڈرتے ہیں جس پر آپ انحصار کرتے ہیں۔ والدین اور اولاد کے درمیان کشیدگی کے ڈرامہ میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہ کریں۔اس میں بچوں کی بہت سی قوت ضائع ہو جاتی ہے۔اور یہ بزرگوں کی اس شفقت کو جھلس دیتی ہے جو سمجھ میں نہ آنے کے باوجود موثر ہوتی ہے اور تنبیہ کرتی ہے۔ان سے کوئی مشورہ نہ لیں اور کسی مفاہمت پر بھروسہ نہ کریں بلکہ اس محبت پر ایمان رکھیں جو آپ کے لئے وراثت کی طرح، کسی وقف کی طرح مجتمع ہو رہی ہے اس لئے کہ اس محبت میں ایک طاقت ہے ایک مرحمت ہے اور بہت آگے تک جانے کے لئے آپ کو ان سے نکلنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ ایک اچھی بات ہے کہ آپ جلد ہی ایک ایسے پیشہ کو اپنانے والے ہیں جو آپ کو خود مختار بنا دے گا اور ہر طرح سے آپ کو خود کفیل کر دے گا۔صبر کے ساتھ اس بات کا جائزہ لیں کہ کیا یہ پیشہ آپکی باطنی زندگی کو کسی طرح محدود کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ بہت مشکل اور سخت کام ہے کیونکہ اس میں روایتی پابندیاں بہت زیادہ ہیں۔اور آپ کے لئے اپنے نظریات پر عمل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔لیکن آپ کی تنہائی آپ کی پناہ ہوگی چاہے حالات کیسے ہی غیر مانوس ہوں۔اور یہاں سے آپ کے لئے سب راستے کھلیں گے۔ میری دعائیں آپ کی رفاقت کے لئے تیار ہیں اور مجھے آپ پر اعتماد ہے۔

آپ کا

رائنر ماریہ رلکے

MashalBooks.com

# خط نمبر ۵

روم
۲۹ اکتوبر ۱۹۰۳ء

عزیز محترم

مجھے آپ کا ۲۹ اگست کا خط فلرنس میں ملا اور وہ دو مہینہ بعد ہی میں آپ کو اس کی رسید دے رہا ہوں۔ اس تساحل کے لئے معاف فرمایئے۔ لیکن میں سفر کے دوران خطوط لکھنے کو پسند نہیں کرتا۔ اس لئے کہ مجھے خطوط لکھنے کے لئے ضروری لوازمات کے علاوہ بھی بہت کچھ چاہئے۔ کچھ خاموشی، کچھ تنہائی اور ایک ایسا لمحہ جو زیادہ فالتو بھی نہ ہو۔

ہم کوئی چھ ہفتے پہلے روم پہنچے۔ ایک ایسے وقت میں جب روم خالی خالی گرم اور تپ زدہ تھا۔ اور بھی اتنی مشکلات تھیں کہ سکون سے بیٹھنا مشکل تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ہمارے گرد بے چینی ختم نہ ہوگی اور غریب الوطنی کے ساتھ ساتھ اجنبیت بھی ہم پر مسلط رہے گی۔ اس پر مستزاد یہ کہ روم (اگر آپ اس سے ابھی مانوس نہیں ہیں) شروع کے چند دنوں میں بڑی اداسی کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ کچھ عجائب گھروں کے بے جان ماحول کی وجہ سے، کچھ ماضی کے اس بوجھ سے جسے بہت اہمیت دی جاتی ہے اور جسے بڑی محنت سے برقرار رکھا جاتا ہے (ایک معمولی سے حال کا جس پر انحصار ہے) کچھ اہل علم اور ماہرین لسانیات کی ان چیزوں کی ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے کی وجہ سے، جن کو اٹلی میں آنے والا عام سیاح اپنا لیتا ہے۔ ان تمام مسخ شدہ روبہ زوال

MashalBooks.com

چیزوں کی وجہ سے جو حقیقت میں کسی گذرے ہوئے وقت کی باقیات سے زیادہ کچھ نہیں اور جن کا ہماری زندگی سے نہ کوئی تعلق ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ مختصر یہ کہ ہفتوں ہر روز ان چیزوں کے رعب کو محسوس کرتے ہوئے آپ خود سے کہتے ہیں، نہیں، یہاں دوسری جگہوں سے زیادہ حسن نہیں ہے۔

اور یہ تمام چیزیں جو نسلوں کے لوگوں سے داد تحسین کررہی ہیں اور جنہیں کاریگروں کے ہاتھ جوڑتے اور بناتے رہتے ہیں۔ ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ نہ ان میں کوئی وزن ہے نہ وقعت۔ لیکن یہاں بہت حسن ہے اس لئے کہ ہر جگہ بہت حسن ہے۔ زندگی سے بھرپور پانی نالیوں کے ذریعہ مسلسل اس عظیم شہر میں بہتا رہتا ہے اور بہت سے چوراہوں میں سنگ سفید کے تالابوں میں رقص کرتا ہے اور وسیع جھیلوں میں پھیل جاتا ہے اور دن کے وقت گنگناتا ہے اور رات کے وقت اس کے ترنم کی لے تیز ہو جاتی ہے اور رات یہاں وسیع، تاروں بھری ہوتی ہے اور ہوائیں اس کی فضاء کو لطیف بنا دیتی ہیں۔ اور یہاں باغ ہیں۔ نا قابل فراموش خوبصورت گلیاں ہیں۔ سیڑیوں پر چڑھتی ہوئی سیڑھیاں ہیں جو مائیکل اینجیلو کی وضع کی ہوتی ہیں۔ سیڑھیاں جو آبشار کی طرز کی بنی ہوئی ہیں جو لہروں کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے آتی ہوئی لگتی ہیں۔ ایسا ہے مشاہدات ایک خود اعتمادی پیدا کرتے ہیں۔ انسان خود کو ان بے ہنگم الجھنوں سے آزاد محسوس کرتا ہے جو وہاں بولتی ہوئی بڑبڑاتی ہوئی لگتی ہیں (اور یہ کس قدر باتونی ہے) اور آہستہ آہستہ انسان ان چند معمولی سی چیزوں کا شعور حاصل کرنے لگتا ہے جن میں ابدیت ہوتی ہے، جن سے پیار کیا جاسکتا ہے اور وہ ایک قسم کی تنہائی جس میں وہ خاموشی سے داخل ہو جاتا ہے۔

میں ابھی تک شہر میں ہوں۔ کیپٹیال پر۔ اس شہ سوار کے مجسمہ سے کچھ زیادہ دور نہیں جو رومیوں کے فن کی میراث ہے۔ مارکس اوریلئس کا مجسمہ۔ لیکن چند ہفتوں میں میں ایک پرسکون سادہ سے کمرے میں منتقل ہو جاؤں گا۔ ایک پرانا سیدھی چھت کا سمر ہاؤس جو ایک بڑے سے پارک میں بہت اندر کو جاکر واقع ہے۔ شہر سے چھپا ہوا اس کے شور اور حادثات سے بے خبر۔ یہاں میں پورا موسم سرما بسر کروں گا اور اس عظیم لطف کا سکون اٹھاؤں گا اور مجھے امید ہے کہ یوں مجھے کچھ اچھے اور فعال لحات میسر آجائیں گے۔

وہاں سے، جہاں میں زیادہ سکون سے ہوں گا۔ میں آپ کو ایک طویل خط لکھوں گا جس میں آپ کی تحریروں کے متعلق میں زیادہ تفصیل سے بحث کروں گا۔ آج میں آپ کو اتنا یقیناً بتانا چاہوں گا (اور شاید میں غلطی پر تھا کہ ابھی تک یہ نہ بتاسکا) آپ کے خط میں جس کتاب کی

MashalBooks.com

اطلاع ہے (جس میں آپ کی تصانیف ہوں گی) وہ ابھی تک مجھے نہیں ملی ۔ کیا یہ واپس آپ کے پاس پہنچ گئی ہے؟ شاید وورپس پے ڈے سے ۔ (دوسرے ممالک کو پارسل نہیں بھیجنے چاہئیں) یہ میری خوش فہمی ہے اور میں اس کی تصدیق سے بہت خوش ہوں گا ۔ مجھے امید ہے کہ اس کے کھو جانے کا سوال نہیں، جو اٹلی کی ڈاک کے متعلق، جیسی کچھ بھی ہے، کوئی غیر معمولی بات نہیں ہوگی ۔ کتنے افسوس کی بات ہے ۔

مجھے یہ کتاب پا کر خوشی ہوتی (جیسے کہ ہر اس چیز سے جس کا آپ سے کوئی تعلق ہو) اور اس دوران آپ نے جو اشعار لکھے ہیں ۔ میں ہمیشہ (اور آپ مجھے اس قابل سمجھیں) ان کو پڑھوں گا اور بار بار پڑھوں گا اور انہیں اپنے تجربہ میں بڑے خلوص سے شامل کرو

بعد از دعا و سلام

آپ کا

رائنذر رلکے

MashalBooks.com

# خط نمبر ۶

روم
۲۳ دسمبر ۱۹۰۳ء

عزیزی مسٹر کاپس

کرسمس کے موقع پر جب آپ چھٹیوں کے دوران کے تنہائی کے بوجھ کو معمول سے زیادہ ہی محسوس کر رہے ہوں گے آپ میری مبارکباد سے محروم نہیں رہیں گے۔ لیکن پھر اگر آپ یہ دیکھیں کہ یہ بہت خوشی کا باعث ہے تو پھر (خود سے پوچھیں) وہ کون سی تنہائی ہے جس میں عظمت نہیں ہے۔ تنہائی صرف ایک ہی ہے اور وہ عظیم ہے اور اس کو برداشت کرنا آسان نہیں ہے۔ اور تقریباً ہر شخص پر ایسے لمحات آتے ہیں جب وہ ان کو کسی بھی رفاقت سے بدلنے کے لئے تیار ہوگا چاہے وہ کتنی ہی ناخوشگوار اور گھٹیا کیوں نہ ہو اس لئے کہ سب سے پہلے آنے والے سے ایک قسم کی مانوسیت کا اظہار ہوگا۔ سخت ترین نااہل کے ساتھ۔۔۔۔۔ لیکن غالباً یہی وہ لمحات ہیں جب تنہائی پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ اسی کرب کے ساتھ بڑھتی ہے جیسے کہ ایک لڑکا بڑھتا ہے اور اس میں ایسی اداسی ہوتی ہے جیسی آمد بہار میں۔ لیکن آپ اس کے فریب میں نہ آئیں۔ اس کے علاوہ کچھ اہم نہیں۔ تنہائی۔ عظیم باطنی تنہائی۔ اپنے اندر اترتے ہوئے اور گھنٹوں کسی سے ملے بغیر۔ اس کا حصول یقیناً ممکن ہے۔ یوں تنہا ہونا جیسا بچہ تنہا ہوتا ہے جب کہ اس سے بڑے ان چیزوں میں الجھے ہوتے ہیں جو انہیں اس لئے اہم اور بڑی لگتی ہیں کہ وہ خود کو اتنا مصروف محسوس کرتے ہیں

MashalBooks.com

اور اس لئے کہ ان کی مصروفیات سمجھ میں نہیں آتیں۔

اور جب ایک روز یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کی مصروفیات حقیر ہیں اور ان کے کاروبار بے جان ہیں اور زندگی سے متعلق نہیں ہیں۔ تو پھر ساری بات کو بچے کی سی نظر سے اجنبیت کے احساس کے ساتھ کیوں نہ دیکھا جائے۔ اپنی دنیا کی گہرائیوں کے حوالے سے اپنی تنہائی کی وسعت سے جو خود ہی کا ابھی ہے رتبہ بھی اور پیشہ بھی۔ بچہ کی خردمندانہ معصومیت کو اپنے دفاع اور حقارت کی نظر سے کیوں دیکھا جائے اس لئے کہ اصل سمجھ ہی تنہائی ہے جب ک دفاع یا حقارت ایک طرح سے رفاقت ہی ہیں کہ ان کے ذریعہ فرد خود کو دوسروں سے علیحدہ رکھنا چاہتا ہے۔

عزیز محترم۔ اس دنیا پر غور کیجئے جو آپ کے اندر ہے۔ اور اس غور کو آپ جو چاہیں نام دیں۔ چاہے یہ آپ کے بچپن کی یاد ہو یا مستقبل کی آرزومندی۔ صرف اس پر دھیان دیں جو آپ کے اندر سے اٹھے اور اس کو اپنے گرد ہر چیز سے زیادہ اہمیت دیں۔ آپ کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے آپ کی پوری محبت کو سمیٹ سکتا ہے۔ آپ کسی نہ کسی طرح اس پر کاوش کرتے رہیں۔ اور لوگوں کے متعلق اپنے رویہ کو واضح کرنے پر زیادہ وقت اور قوت ضائع نہ کریں۔ آپ سے کسی نے کہا کہ آپ کا ایک رویہ ہے!۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کا پیشہ سخت ہے اور آپ کے تضادات سے بھرا ہوا ہے اور میں نے آپ کے شکوے کا اندازہ کر لیا تھا اور مجھے معلوم تھا کہ آپ کو یہ گلہ ہوگا۔ اور جب کہ ایسا ہو گیا ہے تو میں آپ کو تسلی نہیں دے سکتا۔ میں صرف یہ مشورہ دے سکتا ہوں کہ آپ غور کریں کہ یہ تمام پیشے ایسے ہی نہیں ہوتے؟ ان کے بڑے تقاضے ہوتے ہیں۔ فرد سے سخت دشمنی ہوتی ہے اور یوں لگتا ہے جیسے وہ ان کی نفرت سے بھر گئے ہیں جو بے ہنگم مصروفیات میں خاموشی اور بدمزگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ آپ اب جس صورتحال میں ہیں وہ رسم و رواج، تعصّبات اور غلطیوں میں دوسری صورتوں کے مقابلہ میں زیادہ دبی ہوئی نہیں ہے۔ اور اگر کچھ صورتیں ایسی کہ جن میں زیادہ آزادی کا شائبہ ہوتا ہے تو ان میں کوئی بھی ایسی نہیں جو بذات خود وسیع اور کھلی ہو اور ان عظیم باتوں سے منسلک نہ ہو جو حقیقی زندگی سے مرکب ہیں۔ صرف وہ فرد جو تنہا ہو ایک ایسی شے کی مانند ہے جسے سخت قوائد میں باندھ دیا گیا ہو اور جب وہ کھلتی ہوئی صبح میں باہر نکلتا ہے یا کسی بے انتہا مصروف شام پر نظر کرتا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اگر اسے محسوس کرتا ہے تو ہر طرح کا رتبہ کسی بے جان لاش کی طرح اس کے سامنے گر پڑتا ہے خواہ وہ عین زندگی کے ہنگاموں کے درمیان کھڑا ہو۔ عزیزی کاپس۔ آپ بحیثیت ایک افسر کے کچھ

MashalBooks.com

محسوس کرتے ہیں کسی بھی پیشے میں آپ کو ایسا ہی محسوس ہوتا ۔ ہاں ۔ اور اگر آپ کسی عہدہ پر نہ بھی ہوتے اور معاشرہ سے آزادانہ طور پر آپ نے کوئی تحریک حاصل کرنے کی کوشش کی ہوتی پھر بھی آپ اس بندش کے احساس سے نہ بچ سکتے ۔ ہر جگہ یہ اسی طرح ہے ۔ لیکن اس میں ڈرنے یا پشیمان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ اگر لوگوں سے آپ کوئی قربت محسوس نہیں کرتے تو چیزوں کے قریب آنے کی کوشش کریں ۔ یہ آپ کے ساتھ بے وفائی نہیں کریں گی ۔ یہاں پر سکون راتیں ہیں ۔ درختوں میں سرسراتی ہوائیں چل رہی ہیں جو مختلف زمینوں سے آتی ہیں ۔ اشیاء میں اور جانوروں میں اب بھی بہت کچھ ہوتا رہتا ہے ۔ جس میں آپ بھی شریک ہو سکتے ہیں ۔ اور بچے اب بھی ویسے ہی ہیں جیسے آپ کے بچپن میں تھے ۔ ویسے ہی اداس ۔ ویسے ہی خوش ۔ اور آپ اگر اپنے بچپن کو یاد کریں تو آپ پھر ان میں گھل مل سکتے ہیں ۔ تنہا بچوں میں ۔ اور بڑے کچھ بھی نہیں ہیں ۔ اور ان کی بڑائی کی کوئی اہمیت نہیں ۔

اور اگر آپ کے بچپن کی یاد آپ کو پریشان کرتی ہے دکھ دیتی ہے اور آپ اس کی سادگی اور سکون سے گھبراتے ہیں کہ اب آپ خدا پر ایمان نہیں رکھتے جو ہر جگہ ان میں جھلکتا نظر آتا ہے تو پھر عزیزی کا پس ۔ اپنے آپ سے یہ سوال کریں کہ کیا واقعی آپ خدا کو بھول گئے ہیں؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ آپ کو کبھی اس پر اعتقاد تھا ہی نہیں؟ اور پھر یہ اعتقاد کسی وقت ممکن تھا ۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایک بچے کو اس کی معرفت ہو سکتی ہے ۔ اسکی جسے جوان بڑی کاوش سے سہار سکتے ہیں اور بوڑھے لوگ جس کے بوجھ سے دب جاتے ہیں ۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جس کے پاس واقعی خدا ہے وہ اسے کھو سکتا ہے جیسے کوئی کنکری کھو جاتی ہے ۔ اور کیا آپ مزید یہ تو نہیں سمجھتے کہ جس نے اس کو پا لیا ہے وہی اس کو کھو سکتا ہے ۔ لیکن اگر آپ جانتے ہیں کہ آپ کے بچپن میں وہ نہیں تھا ۔ اور نہ اس سے پہلے ۔ اور اگر آپ کو یہ گمان ہے کہ اس کے لئے عیسٰی کی تڑپ ایک فریب تھی اور اگر آپ یہ سوچ کر خوفزدہ ہو جاتے ہیں کہ آج بھی وہ نہیں ہے ۔ اس لمحہ میں جب ہم اس کی بات کر رہے ہیں ۔ تو پھر آپ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ آپ یہ کہیں کہ آپ نے اسے کھو دیا ہے جو کبھی تھا ہی نہیں ۔ اس کے کھو جانے کا یوں دکھ کرنا کہ جیسے کوئی گذر گیا ہو اور اسے اس طرح ڈھونڈنا جیسے وہ کھو گیا ہو ۔

آپ اس کے متعلق یوں کیوں نہیں سوچتے کہ وہ آنے والا ہے ۔ ازل سے قائم ہے اور آئے گا ۔ وہ اس شجر کا پھل ہے جس کے ہم پتے ہیں ۔ آپ کو کیا بات یوں سوچنے سے روکتی ہے کہ سلسلہ وجود میں وہ ایک وقت نمودار ہو گا ۔ اور آپ کیوں اس طرح زندگی نہیں گذار سکتے

کہ اس عظیم بطن حیات میں یہ آپ کا ایک تکلیف دہ لیکن خوبصورت دور ہے۔ اس لئے کہ کیا آپ یہ محسوس نہیں کر سکتے کہ ہر وہ چیز وجود میں آتی ہے کیا اسی کے وجود کی ایک ابتدا نہیں ہے اس لئے کہ ابتدا ہمیشہ کس قدر خوبصورت ہوتی ہے۔ اگر وہ سب سے اکمل ہے تو اس سے پہلے اس کی نسبت کم تر (وجود) نہ ہونگے کہ وہ اپنے لئے کمال کو چن لے اور بے کراں ہو جائے کیا وہ سب سے آخری نہیں ہے کہ ہر چیز کا اپنے اندر احاطہ کر سکے۔ اور ہم اس سے کیا سمجھیں گے کہ وہ جس کی ہم اتنی آرزو کرتے ہیں پہلے ہی سے موجود ہو۔

جیسے مکھیاں شہد لاتی ہیں اسی طرح ہم بھی ہر چیز سے بہترین شیرینی کشید کرتے ہیں اور اس کو (خدا کو) قائم کرتے ہیں۔ بہت ہی حقیر، اور بہت معمولی چیزوں سے (اگر ان کی بنیاد صحبت پر ہو) ہم ابتدا کرتے ہیں۔ محنت سے اور اس کے بعد آرام سے، ایک خاموشی کے ساتھ اور ایک چھوٹی سی ذاتی خوشی کے ساتھ۔ ہر اس عمل سے جو ہم اپنے طور پر کرتے ہیں کسی کی مدد یا شرکت کے بغیر۔ ہم اس کی طرف بڑھتے ہیں جس کو جاننے کے لئے ہماری زندگی ناکافی ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے ہمارے بزرگوں کی زندگیاں اتنی نہیں تھیں کہ ہمیں جان سکتے۔ اور پھر بھی وہ جو کب کے جا چکے ہیں ہمارے اندر موجود ہیں۔ ہماری فطرت بن کر۔ ہماری قسمت پر حاوی ہو کر جیسے خون گردش کرتا ہے۔ اور ان تیوریوں کے ساتھ جو وقت کی گہرائیوں سے ابھرتے ہیں۔

کیا کوئی ایسی بات ہے جو آپ کو اس امید سے چھین لے کہ کبھی آپ کو اس کا وصال نصیب ہو جائے گا جو سب سے ماورا ہے سب سے آخر ہے۔

کرسمس منایئے۔ عزیزی کاپس۔ اس عقیدت کے احساس کے ساتھ کہ شاید وہ ابتدا میں اسی طرح آپ میں زندگی کا خوف پیدا کرنا چاہتا ہے۔ آپ کی زندگی کا یہی عبوری دور شاید وہ وقت ہے جب ہر چیز آپ کو اس کی طرف کھینچ رہی ہے بالکل ایسے ہی جیسے بچپن میں آپ بڑی عقیدت سے اس کی طرف کھنچتے تھے۔ تحمل سے کام لیں اور کسی ناراضگی کے بغیر کہ ہم کم سے کم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ اس کو خود اپنے اوپر اتنی ہی آسانی سے چھا جانے دیں جس طرح ایک چشمہ جب وہ ابلنا چاہتا ہے تو اس کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

خوش رہیں اور پراعتماد رہیں۔

آپ کا

رائنر ماریہ رلکے

MashalBooks.com

## خط نمبر ۷

روم
۱۴ مئی ۱۹۰۴ء

عزیزی کاپس

کافی عرصہ ہوگیا ہے، مجھے آپ کا آخری خط ملا تھا۔ آپ اس کا گلہ نہ کریں۔ اول تو کام کی مصروفیت پھر رخنہ اندازیاں اور سب سے زیادہ صحت کی خرابی نے مجھے بار بار کوشش کے باوجود خط لکھنے کی مہلت نہ دی جب کہ میری خواہش تھی کہ فرصت کے اچھے لمحات میں آپ کو لکھوں۔ اب میں پھر کچھ بہتر محسوس کر رہا ہوں (موسم بہار کی ابتدا خراب تھی اور بے ہنگم طریقہ سے آنے والی تبدیلیاں میرے لئے سخت تھیں) اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوں، عزیزی کاپس۔ اور آپ کے خط کے جواب میں۔ عزیزی کاپس۔ (پورے اشتیاق کے ساتھ) میں آپ کو دو ایک باتیں اپنی استطاعت کے مطابق بتانا چاہتا ہوں۔

دیکھیں۔ آپ کے سانیٹ کو میں نے نقل کرلیا ہے۔ اس لئے کہ یہ مجھے بہت پیارا اور سادہ سا لگا۔ اور یہ اس انداز سے تخلیق ہوا ہے کہ ایک بہت اہم اور انوکھا تجربہ ہوتا ہے کہ آپ کی لکھی ہوئی کوئی چیز کسی دوسرے کی تحریر میں آپ کے سامنے آئے۔ ان اشعار کو یوں پڑھیں جیسے یہ کسی اور کے ہوں پھر آپ کو احساس ہوگا کہ یہ کس قدر آپ کے اپنے ہی ہیں۔

اس سانیٹ کو پڑھنے کا بڑا لطف آیا۔ اور آپ کے خطوط اکثر بہت دلچسپ ہوتے

ہیں ۔ میں دونوں کے لئے آپ کا ممنون ہوں ۔

اور آپ خود کو اپنی تنہائی میں اس الجھن کا شکار نہ ہونے دیں کہ آپ اس سے باہر آنا چاہتے ہیں ۔آپ کی یہی خواہش آپ کے لئے کارآمد بھی ہوسکتی ہے اگر آپ خاموشی سے پورے شعور کے ساتھ اسے ایک آلۂ کار کے طور پر استعمال کریں اور اس کے ذریعہ اپنے سکون کو پورے ملک میں پھیلا سکیں ۔لوگوں نے ( روائتی طریقے اختیار کر کے ) اپنے تمام مسائل کو آسان کرلیا ہے اور نہایت ہی آسان ۔لیکن یہ واضح ہے کہ ہمیں مشکلات سے بھی نبرد آزما رہنا چاہئے ۔ ہر زندہ شے اس سے نبرد آزما رہتی ہے ۔فطرت کی ہر شے پھلتی پھولتی ہے اور اپنے طور پر اپنا دفاع کرتی ہے اور اپنے طور پر فعال اور منفرد ہوتی ہے ۔ ہر قیمت پر اس انفرادیت اور آزادی کو برقرار رکھنا چاہتی ہے اور رکاوٹوں کو خاطر میں نہیں لاتی ۔ ہمارا علم محدود ہے لیکن ہمیں یہ یقین ہونا چاہئے کہ مشکلات ہمیں نظر انداز نہیں کریں گی ۔تنہائی اچھی چیز ہے اس لئے کہ تنہائی ایک مشکل بات ہے ۔کسی چیز کا مشکل ہونا یہ ہمارے لئے اس سے نمٹنے کا محرک ہونا چاہئے ۔

محبت بھی اچھی چیز ہے کہ محبت مشکل ہے ۔کسی دوسرے شخص سے محبت کرنا غالبًا سب سے مشکل کام ہے ۔ یہ ایک حتمی آخری امتحان ہے اور ثبوت ہے اس تمام محنت کا جس کے لئے باقی کام کئے جاتے ہیں ہر کاوش خود کو اس کا اہل بنانے کے لئے ہوتی ہے ۔اس لئے نوجوان ۔ جو ہر طرح سے مبتدی ہوتے ہیں محبت کو ابھی سمجھ نہیں پاتے ۔انہیں اس کا شعور حاصل کرنا پڑتا ہے ۔اپنے پورے وجود کے ساتھ ۔ پوری قوت کے ساتھ ۔تنہائی میں ، ڈرتے ڈرتے ، ابھرتے ہوئے جذبات کے ساتھ انہیں محبت کا شعور حاصل کرنا پڑتا ہے ۔لیکن حصول شعور کا یہ دور طویل بھی ہوتا ہے اور تنہا بھی چنانچہ محبت ایک لمبے عرصہ تک صرف تنہائی ہے ۔محبت کرنے والے کے لئے مسلسل بڑھتا ہوا احساس کہ وہ تنہا ہے ۔شروع شروع میں محبت وصال ۔ ایثار اور یگانگت نہیں ہوتی ( اس لئے کہ مبہم اور نامکمل جذبات کی ہم آہنگی کوئی معنی نہیں رکھتی ) ۔ یہ فرد کے لئے ایک زبردست تحریک ہے کہ وہ پختہ ہو جائے ۔اپنے آپ میں کچھ ہو جائے ۔ پوری دنیا بن جائے خود اپنے لئے کائنات ہو جائے ۔ دوسروں کے لئے ایک کائنات ۔اس پر اس کا بہت بوجھ پڑتا ہے ۔ایک ایسا فرض جو اسے منتخب کرتا ہے اور اس سے بڑے بڑے مطالبات کرتا ہے ۔صرف انہیں معنوں میں یوں کہ جیسے خود کو تیار کرتے ہوئے ( دن اور رات کو آواز دیتے ہوئے ) ہوسکتا ہے کہ نوجوان لوگ اس محبت کو کام میں لاسکیں جو انہیں عطا ہوئی ہے ۔ وصال اور ایثار اور کسی

طرح کی قربت ان کے لئے نہیں ہے ( وہ جو بہت کچھ بچا رکھیں جو بہت عرصہ تک محفوظ کریں ) ۔ یہی وہ مطمع نظر ہے جس کے لئے انسانی زندگیاں بمشکل ہی کافی ہوتی ہیں ۔

لیکن نوجوان اتنی غلطیاں کرتے ہیں اور بڑے نقصان اٹھاتے ہیں ۔ یوں کہ ( جن کی فطرت میں ہی صبر نہیں ہوتا ) جب محبت انہیں آلیتی ہے تو وہ ایک دوسرے پر جا پڑتے ہیں ۔ وہ خود کو اپنی بدنظمی ۔ الجھنوں اور بے قاعدگیوں کے ساتھ ہر طرف بکھیر دیتے ہیں ۔ اور پھر کیا ۔ اس نیم شکستہ وجود کا زندگی سے کیا تعلق ہے ؟ ۔ جسے وہ وصال کہتے ہیں اور جسے وہ اپنی خوشی سمجھتے ہیں اور اگر ممکن ہو تو اپنا مستقبل ۔ غرض ہر ایک خود کو دوسرے پر قربان کر دیتا ہے اور ان بہت سوں کو بھی کھو دیتا ہے جو آنے والے ہوں ۔ اور وسعتوں اور امکانات کو کھو دیتا ہے ۔ بہت لطیف الوہی چیزوں کی پرواز کو ایک بے معنی الجھن کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے جس سے سوائے بدمزگی ، مایوسی اور حقارت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا ۔ اور پھر انسان کسی ایک ایسی روایت میں پناہ ڈھونڈتا ہے جو اس خطرناک راستہ پر بہت سوں کو پناہ دیتی ہے ۔ انسانی تجربہ کے کسی گوشہ میں اتنی روایات میسر نہیں ہیں ۔ مختلف دریافتوں ۔ پانیوں میں حفاظتی بلیڈروں اور کشتیوں کا انہی میں شمار ہوتا ہے ۔ سماجی پناہ گاہیں اس قابل ہوگئی ہیں کہ ہر طرح کے تحفظات فراہم کرسکیں اس لئے کہ محبت کی زندگی کو ایک خوشگوار زندگی سمجھا گیا ہے اور عام انسانی خوشیوں کی طرح اس کو بھی ایک آسان ارزاں ، محفوظ اور مستحکم صورت دینی پڑتی ہے ۔

یہ صحیح ہے کہ بہت سے نوجوان جو غلط محبت میں پڑ جاتے ہیں ۔ یعنی کھل کر اور ہنگامہ آرائی ( عموماً ایسا ہوتا رہتا ہے ) وہ ناکامی سے خوفزدہ رہتے ہیں اور ایسی صورت حال پیدا کرنا چاہتے ہیں جس میں وہ اپنے طور پر کامران و کامیاب محسوس کریں ۔ اس لئے کہ ان کی اپنی فطرت انہیں بتاتی ہے کہ ہر اہم چیز سے کم تر محبت کے معاملات کھلے طور پر اور وعدہ وعید کی صورت میں طے کیے جا سکتے ہیں کہ سوالات دو انسانوں کے درمیان بڑے ذاتی نوعیت کے ہوتے ہیں جو نئے مخصوص اور صرف ذاتی قسم کے حل کا مطالبہ کرتے ہیں ۔ لیکن جو ایک دوسرے پر انحصار کر بیٹھے ہیں اور آپس میں امتیاز نہیں کر سکتے جن کا اپنا کچھ اپنے پاس نہیں ہوتا وہ کس طرح اپنے طور پر ۔ اپنی نامراد تنہائی سے اپنے لئے کوئی راہ نکال سکیں گے ۔

وہ ایک عام بے بسی کے عالم میں کوشش کرتے ہیں اور پھر اگر پوری ایمانداری کے ساتھ وہ رسم و رواج کی گرفت سے بچنا چاہتے ہیں ( جیسے شادی ) تو وہ خود کو کسی کم نمایاں لیکن اتنی

MashalBooks.com

ہی خطرناک رسم کے ایک شکنجہ میں پاتے ہیں اس لئے کہ آخرکار ان کے گرد ہر چیز محض رسم ہی ہے۔ جہاں لوگ ایک ناپختہ صحبت ایک بےسکون رفاقت میں رہتے ہیں اور ان کا ہر اقدام رسمی ہوتا ہے۔ یہ الجھا ہوا تعلق جس رشتے کو بھی پیدا کرے اس کی اپنی روایات ہوتی ہیں خواہ وہ کتنی ہی عجیب کیوں نہ ہوں (یعنی صاف الفاظ میں۔ غیر اخلاقی ہوں)۔ اس لئے کہ علیحدگی بھی ایک رسمی اقدام ہے ایک ایسا حادثاتی فیصلہ جو ذاتی نہیں ہوتا نہ جس کی کوئی طاقت ہوتی ہے نہ ثمر۔

جو بھی سنجیدگی سے غور کرتا ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ نہ موت کو سمجھا جا سکتا ہے جو مشکل ہے اور نہ محبت کی سختی کو۔ ان کا نہ کوئی حل ہے نہ کوئی خبر۔ اور ان دو مسائل کا جنہیں ہم اپنی بغل میں چھپائے پھرتے ہیں اور بغیر دیکھے دوسروں کو منتقل کر دیتے ہیں کوئی ایسا عام قاعدہ یا اصول دریافت نہیں کیا جا سکتا جس پر سب متفق ہوں۔ لیکن بالکل ایسے ہی جیسے ہم انفرادی حیثیت سے زندگی کو پرکھتے ہیں اسی حد تک ہم انفرادی طور پر ان زبردست حقیقتوں کا سامنا بھی کر سکتے ہیں۔ محبت کا کارسخت ہم سے جو مطالبات کرتا ہے اور جس طرح ہماری نشوونما پر اثر انداز ہوتا ہے وہ زندگی سے کہیں زیادہ بڑے ہیں۔ اور مبتدی ہونے کی حیثیت سے ابھی ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ البتہ اگر ہم جمیں رہیں اور اس محبت کو ایک ذمہ داری ایک تربیت کے طور پر قبول کریں اور ان بےمعنی اور فضول باتوں میں نہ پڑیں جن کے پیچھے لوگ اپنے وجود کی اہمیت کو چھپا دیتے ہیں تو پھر ان کو جو ہمارے بہت بعد کچھ ترقی کچھ تشفی کا احساس ہو سکے گا۔ اور یہ کافی ہوگا۔

ابھی ہم نے ایک فرد کے دوسرے فرد کے ساتھ رشتہ کو معروضی اور غیر متعصّبانہ انداز میں دیکھنا شروع کیا ہے۔ اور ہمارے سامنے اس قسم کی رفاقتوں کے ساتھ زندگی گذارنے کا کوئی نمونہ نہیں ہے۔ تاہم وقت کی لائی ہوئی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ پہلے کافی کچھ موجود ہے۔ جو طفلانہ جھجھک میں ہماری مدد کرے گا۔

لڑکی اور عورت اپنے نئے خالصتاً ذاتی انکشاف میں محض سطحی طور پر مردانہ اوصاف، اچھے اور برے، دونوں کی نقالی کریں گی اور مردانہ دعوؤں کو دہرائیں گی۔ اس عارضی تذبذب کے بعد یہ ظاہر ہوگا کہ عورتیں ان فریب کاریوں، مبالغوں اور اتار چڑھاؤ سے (جو اکثر مضحکہ خیز ہوتے ہیں) اس لئے گذر رہی تھیں کہ وہ اپنی امتیازی فطرت کو جنس کے مخالف اثرات سے پاک کرنا چاہتی تھیں۔ عورتیں، جن میں زندگی سرائت کیے ہوتی ہے اور بہت عزیز ہوتی ہے۔ زیادہ بارآور اور زیادہ پُراعتماد طور پر یقیناً بنیادی طور پر زیادہ بالغ انسان بن گئی ہوں۔ ان مردوں کی نسبت جنہیں جسم کے پھل جھکا نہیں دیتے اور جو سہل انگار بن جاتے

MashalBooks.com

ہیں۔ زیادہ انسان دوست ہونگی۔ اس مرد سے زیادہ جو بر خود غلط ہونے کی وجہ سے اور بغیر سوچے سمجھے اس کی ناقدری کرتا ہے۔ جس سے اپنے خیال میں وہ محبت کرتا ہے۔ عورتوں کی یہ انسانیت جو دکھوں اور ذلتوں میں پروان چڑھی ہے اس وقت ظاہر ہوگی جب وہ اپنی بدلتی ہوئی سماجی حیثیتوں سے خالصتاً نسوانی رسم ورواج کو اتار پھینکیں گی اور وہ مرد جو ابھی اس وقت کو بہت دور سمجھتے ہیں اچھنبے میں آ جائیں گے، ایک دن (خصوصاً شمالی ممالک میں اس کے روشن آثار نظر آ رہے ہیں) ایک دن وہ لڑکیاں اور عورتیں ہونگی جو محض اپنے ناموں کی وجہ سے جنس مخالف نہیں سمجھی جائیں گی بلکہ خود ان کے اپنے اندر کوئی ایسی بات ہوگی۔ ایسی بات جو سوچنے پر مجبور کرے گی۔ کسی جز و یا حد کی حیثیت سے نہیں بلکہ زندگی اور وجود کے حوالہ سے۔ جس میں نسوانی وجود نظر آئے گا۔

یہ ترقی (شروع شروع میں بچھڑے ہوئے مردوں کی مرضی کے خلاف) محبت کے تجربہ میں انقلاب لائے گی۔ وہ محبت جو اب خامیوں سے پرے ہے اسے جڑ سے تبدیل کر دے گی اور ایک ایسے رشتہ میں ڈھالنے دے گی جو ایک انسان کا دوسرے انسان سے ہوتا ہے وہ رشتہ نہیں جو مرد اور عورت کے درمیان ہے۔ اور یہ زیادہ انسانی محبت (جو کامیاب ہوگی۔ بے انتہا لطیف ہوگی اور واضح طور پر بندھن باندھے گی اور وسعت پرواز بھی دے گی) اس محبت کی طرح ہوگی جس کے لئے ہم محنت کرتے ہیں۔ سختیاں جھیلتے ہیں۔ جس کا اندازہ یہ ہوگا کہ وہ دو محبتوں کو تحفظ دے گی۔ ان کا احاطہ کرے گی اور وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے۔

مزید یہ کہ آپ اس خیال میں رہیں وہ عظیم محبت جو آپ کو نصیب ہوئی تھی۔ آپ کے لڑکپن کو حاصل ہوئی تھی وہ ضائع ہو جائے گی۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت آپ کے اندر نیک اور بلند خواہشات جوان نہیں ہوئی تھیں اور وہ عزائم بیدار نہیں ہوئے تھے جن کے سہارے آپ آج تک زندہ ہیں۔ میرا یقین ہے کہ وہ محبت آپ کی یادوں میں مضبوطی اور قوت کے ساتھ قائم رہے گی اس لئے کہ یہ آپ کا اپنی تنہائی کا پہلا گہرا تجربہ تھا اور وہ پہلی کوشش تھی جو آپ نے اپنی باطنی زندگی میں کی تھی۔ نیک تمناؤں کے ساتھ

آپ کا

رانذر ماریہ رلکے

# سانیٹ

میری زندگی میں بغیر کسی شکایت کے بغیر ایک آہ کے
ایک بہت گہری اداسی تڑپتی رہتی ہے
میرے خواب ایک شفاف اور برف جیسی سفیدی کی طرح کھل جاتے ہیں۔
میرے پرسکون دنوں کو پاکیزگی عطا کرتے ہیں۔
لیکن اکثر یہ گھمبیر سوال میرے سامنے آجاتا ہے۔
میں خود کو چھوٹا محسوس کرتا ہوا اور بے دلی سے
یوں گذر جاتا ہوں جیسے کوئی جھیل ہو
جس کے طوفان کا میں اندازہ نہیں کرسکتا
پھر ایک پشیمانی مجھ پر اتر آتی ہے۔ دھندلی سی
جیسے گرمی کی بے رنگ راتوں کی بے رونق سیاہی
جس میں ایک ستارہ جھلکتا ہے۔ کبھی کبھی
پھر میرے ہاتھ محبت کو ٹٹولنے لگتے ہیں
اس لئے کہ میں ان دعائیہ کلمات کی آرزو کرتا ہوں
جو میرے جلتے ہوئے منہ سے نہیں نکل پاتے۔

MashalBooks.com

# خط نمبر ۸

بوز گے بے گارد۔ فلادی
سویڈن
۱۲ اگست ۱۹۰۴ء

میرے عزیز کاپس میں ایک مرتبہ پھر آپ سے کچھ دیر کے لئے مخاطب ہونا چاہتا ہوں۔ گو میرے پاس کہنے کے لئے ایسی کوئی بات نہیں جو کسی طرح آپ کے کچھ کام آ سکے۔ آپ پر بڑی اُداسیاں آئی ہیں اور گذر گئی ہیں۔ اور آپ کہتے ہیں کہ یہ گذرنا بھی آپ کے لئے بہت سخت تھا۔ اور اس نے آپ کو بہت پریشان کیا۔ لیکن ذرا غور کیجئے کہ کیا یہ اُداسیاں بالکل آپ کے وجود کی گہرائیوں تک نہیں پہنچی ہیں۔ کیا آپ کے اندر بہت کچھ بدل نہیں گیا ہے۔ کیا کسی جگہ۔ آپ کے وجود کے کسی نقطہ پر اس اداسی کے دوران آپ میں ایک انقلاب نہیں آ گیا ہے۔ صرف وہ اداسیاں خطرناک اور خراب ہوتی ہیں جنہیں انسان اس خیال سے دوسرے کے سامنے لئے پھرتا ہے کہ یوں وہ ختم ہو جائیں گی۔ جیسے کچھ بیماریاں احمقانہ طریقہ سے ظاہر طور پر کچھ دیر کے لئے دور ہو جاتی ہیں اور پھر نہایت خوفناک انداز سے لوٹ آتی ہیں اور انسان کے

MashalBooks.com

اندر جمع ہوتی رہتی ہیں اور اس کی زندگی بن جاتی ہیں اور پھر انہیں رد کر دیا جاتا ہے اور جو موت کا سبب بن سکتی ہیں۔ اگر ہمارے لئے یہ ممکن ہوتا کہ ہم اپنے علم کی حد سے پرے دیکھ سکتے ہیں اور اپنی سوچ سے آگے تک جان سکتے ہیں تو شاید خوشیوں کی بہ نسبت ہم اپنی اداسیوں کو زیادہ اعتماد سے برداشت کر سکتے۔ اس لئے کہ یہ وہ لمحات ہوتے ہیں جب کچھ نئی چیزیں ہمارے اندر جگہ بناتی ہیں۔ کچھ انجانی چیزیں۔ ہمارے احساسات ایک تذبذب سے گنگ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اندر کی ہر شے سمٹتی جاتی ہے ایک سکوت طاری ہو جاتا ہے اور وہ نئی چیز جس سے کوئی واقفیت نہیں ہے درمیان میں کھڑی ہو جاتی ہے اور خاموش ہوتی ہے۔

میرا خیال ہے کہ ہماری تقریباً تمام اداسیاں تناؤ کے وہ لمحات ہوتے ہیں جو ہمیں مفلوج کر دیتے ہیں اس لئے کہ ان لمحات میں ہم اپنے متحیر احساسات کو زندہ محسوس نہیں کرتے۔ اس لئے کہ ہم اس اجنبی شے کے ساتھ تنہا ہوتے ہیں جو ہم میں در آئی ہے۔ اس لئے کہ ہر مانوس اور بہت قریب کی چیز ایک لمحہ کے لئے ہم سے چھین لی جاتی ہے۔ اس لئے کہ ہم ایک ایسے راستے کے درمیان کھڑے ہوتے ہیں جہاں ہم کھڑے نہیں رہ سکتے۔ اسی وجہ سے یہ اداسی بھی گذر جاتی ہے۔ ہمارے اندر ایک نئی چیز ایک اضافی چیز، ہمارے دل میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے اور پھر وہاں بھی نہیں رہتی۔ کہ یہ ہمارے خون میں شامل ہو چکی ہوتی ہے۔ اور ہمیں پتہ نہیں لگتا کہ کیا تھی۔ ہمیں آسانی سے سمجھایا جا سکتا ہے کہ کچھ نہیں ہوا ہے اور پھر بھی ہم بدل گئے ہیں ایسے ہی جیسے وہ گھر بدل جاتا ہے جس میں مہمان داخل ہو گئے ہیں۔ ہم نہیں بتا سکتے کہ کون آ گیا ہے؟ شاید ہمیں کبھی معلوم بھی نہ ہو۔ لیکن بہت سی نشانیاں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ مستقبل ہمارے اندر اسی طرح داخل ہوتا ہے کہ ایسا ہونے سے بہت پہلے خود اپنے آپ کو ہمارے اندر تبدیل کر دے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اداسی میں تنہائی اتنی اہم ہے اور ہوش مندی بھی اس لئے کہ بظاہر بے کیف اور خالی لمحہ جس وقت مستقبل ہمارے اندر قدم رکھتا ہے زندگی سے اس لمحہ کی نسبت بہت قریب ہے جو پرشور اور حادثاتی ہوتا ہے اور اس وقت یہ ہم پر یوں آتا ہے جیسے باہر سے نازل ہوتا ہے۔ ہم جتنے سکون سے ہوں جتنے تحمل سے ہوں اور اداسی میں جتنے کھل جائیں اتنی ہی گہرائی میں اور اتنے ہی وقوف کے ساتھ نیا عنصر ہم میں اترتا ہے اور ہمارے لئے بہترین ہے کہ ہم اسے اپنا لیں۔ اسی حساب سے یہ ہمارا مقدر بن جائے گا۔ اور پھر جب بعد میں کسی دن یہ ''واقع'' ہو (یعنی ہم میں سے دوسروں کی طرف منتقل ہو

MashalBooks.com

جائے ) تو اپنی گہرائیوں میں خود کو اس سے منسلک اس سے قریب پائیں گے ۔ یہ ضروری ہے ۔ اور ہماری نشونما بتدریج اس کی طرف ہوگی ۔ کہ ہمارے ساتھ کبھی کوئی ایسی بات نہیں ہوگی جو پہلے ہی سے ہم میں نہ ہو ۔ ہم حرکت کے متعلق اپنے بہت سے تصورات پہلے ہی نظر ثانی کرنے لگے ہیں ہم آہستہ آہستہ اس شعور تک بھی پہنچ جائیں گے کہ جسے ہم مقدر کہتے ہیں وہ اندر سے ہی آتا ہے باہر سے مسلط نہیں ہوتا ۔ صرف اس لئے کہ بہت سوں نے اپنے مقدر کو جذب نہیں کیا ہے اور اسے اپنے اندر نئی شکل نہیں دی ہے اس لئے انہیں اندازہ نہیں ہوتا کہ ان کے اندر سے کیا وارد ہوا ہے ۔ یہ انہیں اتنا عجیب لگتا ہے کہ گھبراہت اور خوف کے عالم میں وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ ابھی ان کے اندر داخل ہوا ہے ۔ اس لئے وہ قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے پہلے کبھی کوئی ایسی چیز اپنے اندر محسوس نہیں کی ۔ جس طرح لوگ بہت عرصہ تک سورج کی گرش کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا رہے اسی طرح وہ اس کے متعلق بھی غلط فہمی کا شکار ہیں جو ابھی ہونے والا ہے مستقبل مستحکم ہے ۔

عزیزی کاپس ۔ لیکن ہم لامتناہی خلاء میں حرکت کر رہے ہیں ۔

پھر ہمارے لئے یہ مشکل کیوں نہ ہو؟

اور ایک بار پھر تنہائی کی طرف لوٹتے ہوئے ۔ یہ ہمیشہ واضح تر ہو جاتا ہے کہ حتمی طور پر یہ کوئی ایسی چیز نہیں جسے کوئی قبول یا نظر انداز کر سکتا ہے ۔ ہم تنہا ہیں ۔ ہم خود کو فریب دے سکتے ہیں اور یہ سوچ سکتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے ۔ بس لیکن یہ کتنا اچھا ہے کہ ہم اس طرح ہیں ۔ ہاں ۔ صرف ایسا سوچنا ہی ۔ پھر یقیناً ہم چکرا جائیں گے ۔ ہم سے قریب کچھ نہیں ہوگا اور ہر چیز سے بے انتہا دوری ہوگی ۔ یہ کچھ ایسا لگے گا جیسے کسی شخص کو پہلے سے کچھ بتائے بغیر پیشتر اس کے کہ وہ اس کے لئے تیار ہو اس کے کمرہ سے اٹھا کر کسی پہاڑی سلسلہ پر لا کر کھڑا کر دیا جائے ۔ ایک عجیب عدم تحفظ کا احساس ۔ کسی ایسی چیز کے لئے خود کو کھو دینا جو ناقابل بیان ہو اسے تقریباً ہلاک کر دے گا ۔ وہ محسوس کرے گا جیسے گر رہا ہے یا خلاء میں پھینک دیا گیا ہے یا ہزاروں ٹکڑوں میں بکھر گیا ہے ۔ وہ اپنے حواس کو ان سب باتوں سے آگاہ کرنے کے لئے کیسے کیسے جھوٹ اختراع کرے گا ۔ چنانچہ جو تنہا ہو جاتا ہے اس کے لئے تمام فاصلے ۔ تمام اندازے بدل جاتے ہیں ۔ ان میں سے کچھ تبدیلیاں اچانک آتی ہیں ۔ اور پھر اس انسان کی طرح جو پہاڑ کی چوٹی پر ہو عجیب وغریب تصورات اور عجیب احساسات اس پر طاری ہونگے جو ہر اندازے سے زیادہ ہوں گے ۔ لیکن ہمارے لئے یہ تجربہ بھی ضروری ہے ۔ ہمیں اپنے وجود کا جس قدر ہو سکے وسیع تصور ہونا چاہئے ۔

بنیادی طور پر ہم سے اسی جرأت کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے ۔ اتنی جرأت ہونی چاہئے کہ بے انتہا
عجیب ، بے انتہا منفرد ، بے انتہا نا قابل تشریح کو برداشت کر سکیں ۔ انسان کہ بزدلی نے زندگی کو
بہت نقصان پہنچایا ہے ۔ وہ تجربات جنہیں ''بصیرت'' کا نام دیا جاتا ہے پوری روحانی
دنیا، موت ، وہ تمام چیزیں جن کا ہم سے قریبی تعلق ہے ۔ ہم نے ٹال ٹال کر انہیں اتنا اکھٹا کر لیا
ہے کہ وہ حواس جو ان کا احاطہ کر سکتے ہیں ناکارہ ہو چکے ہیں ۔ اللہ کی بات چھوڑ دیں ۔ لیکن فرد
کے وجود کو صرف نا معلوم کا خوف ہی بے معنی نہیں بناتا ۔ ایک انسان کا دوسرے سے رشتہ بھی اس
کی وجہ سے گھٹ کر رہ گیا ہے ۔ جیسے کہ لامتناہی امکانات کے دریا سے نکلا ہوا ایک جزیرہ جہاں
کچھ واقع نہیں ہوتا ۔ اس لئے کہ انسانی رشتے جو خود کو بار بار دہراتے ہوئے محض تساہلی کی نذر نہیں
ہوتے نا قابل بیان حد تک فرسودہ اور سپاٹ ہوتے ہیں ۔ یہ کسی قسم کے بھی نئے اور غیر متوقع تجربہ
کا خوف جس کی وجہ سے انسان خود کو اس کے سامنے بے بس محسوس کرتا ہے ۔ لیکن وہی جو ہر بات
کے لئے تیار ہو کسی چیز کو نظر انداز نہ کرے ۔ ان باتوں کو بھی نہیں جو سمجھ میں نہ آتی ہوں ۔ دوسروں
کے ساتھ رشتہ قائم رکھ سکتا ہے اور اپنے وجود سے بھی مکمل تقویت حاصل کرے گا ۔ اس لئے کہ ہم
فرد کے اس وجود کو ایک کمرے کے جتنا وسیع یا مختصر سمجھیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اکثر لوگ اس
کمرے کے محض ایک گوشہ سے آشنا ہوتے ہیں ۔ کھڑکی کے ساتھ ایک جگہ ۔ فرش کی ایک پٹی جس
پر وہ چلتے پھرتے ہیں ۔ یوں وہ ایک طرح کا تحفظ حاصل کر لیتے ہیں ۔ تاہم انسانی عدم تحفظ کا
احساس اتنا زیادہ ہے کہ پو کی کہانیوں میں قیدیوں کو اپنی مہیب کال کوٹھڑیاں نظر آنے لگتی ہیں ۔
اور وہ اپنے اس مقام کی نا قابل بیان ہیئت سے بے خبر نہیں رہتے ۔ ہم البتہ قیدی نہیں
ہیں ۔ ہمارے گرد کوئی پھندہ کوئی جال نہیں ہے ۔ اور کوئی ایسی بات نہیں جو ہمیں ڈرائے یا پریشان
کرے ۔ ہم زندگی میں یوں قائم ہوتے ہیں جیسے اس عنصر میں جس سے ہمیں بہترین مطابقت
ہو ۔ مزید برآں ہزاروں برس تک زندگی کے ساتھ نباہ کرتے ہوئے ہم اس کے اس قدر قریب
آ گئے ہیں کہ اگر ہم سکون سے بیٹھ جائیں تو زندگی کی پیروی میں ہم اپنے گرد و پیش سے کسی طرح
مختلف نظر نہیں آئیں گے ۔ اپنی دنیا سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ ہمارے خلاف
نہیں ہے ۔ اگر اس میں خدشات ہیں تو وہ ہمارے اپنے خدشات ہیں ۔ اگر اس میں اتھا
اندھیرے ہیں تو وہ ہمارے اپنے اندھیرے ہیں ۔ اگر خطرات کا سامنا ہے تو ہمیں خوشی کے ساتھ
ان سے نپٹنا چاہئے ۔ اور اگر صرف اپنی زندگی ان اصولوں پر منظم کریں جو ہمیں سکھاتے ہیں کہ

ہمیں مشکلات میں ثابت قدم رہنا چاہئے تو وہ بھی جو ہمیں ابھی اتنا اجنبی لگتا ہے وہ ہمارے لئے بہت اعتماد اور اطمینان کا باعث بن جائے گا۔ہم ان دیو ملائی افسانوں کو کیسے بھلائیں جو تمام اقوام کی ابتداء میں قائم ہو جاتے ہیں۔ان بلاؤں کے قصے جو آخر میں شہزادیاں بن جاتی ہیں۔شاید ہماری زندگی کی تمام بلائیں شہزادیاں ہیں جو ایک مرتبہ ہمیں پہلے کی طرح خوبصورت اور بہادر دیکھنے کی منتظر ہیں۔غالباً ہر خوفناک چیز حقیقت میں خود مجبور ہے اور ہماری مدد کی طلبگار ہے۔

چنانچہ عزیزی کاپس۔آپ کو خوفزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اگر چہ آپ کے سامنے مایوسیاں ہی کیوں نہ ہوں جو آپ کو بہت بڑی لگتی ہوں۔خواہ آپ کے ہاتھوں پر آپ کے پورے وجود پر ایسی بے چینیوں کی پرچھائیاں کیوں نہ پڑیں جو بادلوں کی طرح گذر جاتی ہیں۔آپ کو یہ سمجھنا چاہئے کہ آپ کے ساتھ کچھ ہو رہا ہے۔کہ زندگی نے آپ کو فراموش نہیں کر دیا ہے کہ آپ اس کے ہاتھ میں ہیں۔یہ آپ کو گرنے نہیں دے گی۔آپ اپنی زندگی سے ہر طرح کی بے قراری کیوں خارج کرنا چاہتے ہیں ہر دکھ ہر اداسی کو؟ اس لئے کہ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ یہ کیفیات آپ پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔آپ اپنے آپ کو اس سوال سے کیوں ہلاک کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ کدھر سے آ رہا ہے اور کہاں لے جا رہا ہے۔اس لئے کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ عبوری صورتحال سے گذر رہے ہیں اور آپ کو تبدیلی کے علاوہ اور کوئی خواہش نہیں ہونی چاہئے۔اگر آپ کو اپنے سلسلہ میں کوئی چیز غیر صحت مند نظر آتی ہے تو اتنا یاد رکھئے کہ بیماری ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعہ کوئی عضو غیر متعلقہ مادہ سے خود کو پاک کرتا ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ بیماری کی مدد کی جائے تا کہ یہ پوری طرح باہر آ جائے اور اس کے ساتھ ہی ختم ہو جائے۔اس لئے کہ یہی اس کی نشونما ہے۔آپ کے اندر۔عزیزی مسٹر کاپس۔بہت کچھ ہو رہا ہے۔آپ کو ایک مریض کی طرح صابر اور صحت یاب ہونے والے شخص کی طرح پر اعتماد ہونا چاہئے اس لئے کہ غالباً آپ ان دونوں کیفیتوں میں ہیں۔اور مزید یہ کہ آپ اپنے معالج بھی ہیں جسے خود اپنی نگہداشت کرنی پڑتی ہے۔لیکن ہر بیماری میں بہت سے دن ایسے آتے ہیں جب ڈاکٹر کچھ نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ انتظار کرے۔اور آپ کو بھی بہ حیثیت اپنے معالج کے اب یہی کرنا چاہئے۔

اپنی حالت پر زیادہ غور نہ کریں۔آپ پر جو کچھ گذرتی ہے اس کے متعلق جلد بازی سے کوئی فیصلہ نہ کریں۔اسے اپنے اوپر گذرنے دیں۔ورنہ آپ بڑی آسانی سے (اخلاقی طور

پر ) اپنے ماضی کو ملامت کرنے لگیں گے جو فطرتاً آپ کی اس موجودہ صورتحال میں آپ کا شریک رہا ہے۔ لیکن آپ ان باتوں کو یاد نہیں کر رہے ہیں اور ان کی مذمت نہیں کر رہے ہیں جو غلطیوں، آرزؤوں اور خواہشوں کی شکل میں آپ کے لڑکپن میں ظاہر ہوئیں۔ بچپن کی تنہائی اور بے چارگی کے غیر معمولی حالات اتنے سخت، اتنے الجھے ہوئے اور اتنے اثرات کے تابع ہوتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ زندگی کے تمام حقیقی رشتوں سے اتنے لاتعلق ہوتے ہیں کہ جب ان میں کوئی برائی داخل ہو جاتی ہے تو اسے سوائے خرابی کے کچھ اور نہیں کہا جا سکتا۔ ناموں کے بارے میں بہر حال محتاط رہنا چاہئے۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ محض نام کی وجہ سے زندگی ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ اس عمل کی وجہ سے نہیں جس کا کوئی نام نہیں اور جو ذاتی نوعیت کا ہے جو اس زندگی کی غالباً ایک جائز اور یقینی ضرورت تھی اور زندگی بغیر کسی وقت کے اسے قبول کر لیتی اور چونکہ آپ کامرانی کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اس لئے آپ کو لگتا ہے کہ اس میں آپ کی بہت قوت ضائع ہوئی ہے۔ آپ کا عظیم کارنامہ کامرانی نہیں ہے۔ گو کہ آپ کے احساسات صحیح ہیں۔ بڑی بات یہ ہے کہ پہلے ہی سے کوئی ایسی چیز موجود تھی جو آپ کو اس فریب میں ڈال سکتی تھی۔ کوئی حقیقی اور اصلی چیز۔ اس کے بغیر آپ کی کامرانی بھی محض ایک اخلاقی ردعمل ہوگی۔ جس کی کوئی بڑی اہمیت نہیں ہوگی۔ لیکن یوں یہ آپ کی زندگی کا ایک جزو بن جائے گی۔ عزیزی مسٹر کاپس۔ جس کے لئے میں بڑی دعائیں کرتا ہوں۔ کیا آپ یاد کر سکتے ہیں کہ آپ کا بچپن کس طرح اس ''عظمت'' کی آرزو کرتا تھا۔ اب مجھے لگتا ہے کہ آپ عظیم سے عظیم تر کی تلاش میں ہیں۔ اور اسی وجہ سے یہ کچھ کم مشکل نظر نہیں آئے گا۔ اگر ابھی کچھ اور کہنے کو ہے تو میں یہ کہوں گا۔ یہ نہ سمجھیں کہ جو آپ کو تسلی دیتا ہے وہ خود پرسکون الفاظ میں خود کو مطمئن محسوس کرتا ہے جو کبھی کبھی آپ سے بہت پیچھے رہتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کبھی بھی اس طرح کے الفاظ تک اس کی رسائی نہ ہوتی۔

آپ کا

رائنر ماریہ رلکے

# خط نمبر ۹

فیورو بورگ ۔ جان سرڈ
سویڈن
۴ نومبر ۱۹۰۴ء

عزیزی مسٹر کاپس

خط نہ لکھنے کے اس عرصہ میں کچھ تو میں سفر میں رہا ہوں اور کچھ اتنا مصروف کہ لکھ نہ سکا ۔ اور آج بھی میں مشکل سے لکھ پا رہا ہوں اس لئے کہ مجھے پہلے ہی اتنے خطوط لکھنے پڑے ہیں کہ میرا ہاتھ تھک گیا ہے ۔ اگر میرے پاس کوئی کاتب ہوتا تو میں بہت کچھ آپ سے کہہ سکتا تھا ۔ لیکن جو بھی ہے ۔ اپنے طویل خط کے جواب میں مجھ سے چند الفاظ قبول کیجئے ۔

میں عزیزی کاپس ، اکثر آپ کے متعلق سوچتا ہوں اور اتنی دلی آرزو کے ساتھ کہ ان کا یقیناً آپ کو کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوگا ۔ مجھے اکثر شک رہتا ہے کہ کیا واقعی میرے خطوط آپ کے کسی کام آسکتے ہیں ؟ آپ کچھ نہ کہیں ہاں ، ان کا فائدہ ہے ۔ صرف انہیں قبول کر لیجئے بہت زیادہ ممنون ہوئے بغیر ۔ اور جو کچھ ہونا ہے اس کا انتظار کریں ۔

اب آپ کے اٹھائے ہوئے خصوصی نکات میں جانے کا غالباً کوئی فائدہ نہیں ۔ اس لئے کہ آپ کے شکی مزاج ، باطنی اور خارجی زندگی کو ہم آہنگ کرنے کی عدم صلاحیت یا وہ دیگر باتیں جو آپ کو پریشان کرتی ہیں ، ان کے متعلق میں کیا کہہ سکتا ہوں ۔ یہ میں ہمیشہ ہی کہتا ہوں اور

MashalBooks.com

ہمیشہ ہی دعا کرتا ہوں کہ آپ اپنے اندر تحمل پیدا کریں۔ اور وہ سادگی جو یقین پیدا کرتی ہے اور وہ اعتماد جو سختیوں کو قبول کر سکے اور دیگر چیزوں کے علاوہ آپ کا اپنی تنہائی پر اعتماد، اور باقی زندگی کو اسی طرح چلنے دیں۔ یقین کریں کہ زندگی بہر حال سچی ہوتی ہے۔ اور جہاں تک جذبات کا تعلق ہے۔ تمام جذبات جو آپ کو مستحکم کرتے ہیں آپ کو اوپر اٹھاتے ہیں پاکیزہ ہیں۔ وہ جذبہ ناپاک ہوتا ہے جو آپ کے وجود کے محض ایک گوشہ کو گرفت میں لے اور یوں آپکو بدشکل بنا دے۔ ہر وہ بات جو آپ بچپن کے حوالہ سے سوچتے ہیں صحیح ہے۔ ہر وہ چیز جو آپ کو اس سے زیادہ بنائے جو آپ اپنے بہترین لمحات میں اب تک بن سکے ہیں ٹھیک ہے۔ بلندی کا ہر احساس اچھا ہے اگر یہ آپ کے پورے لہو میں ہو۔ نشہ یا الجھن نہ ہو۔ بلکہ وہ خوشی ہو جو تہہ تک صاف نظر آئے۔ آپ سمجھے میں کیا کہہ رہا ہوں؟

اور آپ کا شک بھی، اگر اس کی تربیت کی جائے تو خیر بن سکتا ہے اس کو شعور بن جانا چاہئے۔ اس کو محتسب ہونا چاہئے۔ جب بھی یہ آپ کے ساتھ کچھ گڑ بڑ کرے تو اس سے پوچھیں۔ کوئی چیز بدصورت کیوں ہے؟ اس سے ثبوت مانگیں اسے پرکھیں۔ اور آپ دیکھیں گے کہ یہ خود الجھ جائے گا۔ شرمندہ ہوگا اور شاید باغی ہو جائے۔ لیکن آپ پیچھے نہ ہٹیں، بحث کریں، اور ہر مرتبہ محتاط رہیں، مستحکم رہیں، اور پھر ایک دن آئے گا، جب ایک تخریب کار کی بجائے یہ آپ کے بہترین خدمت گاروں میں شامل ہو جائے گا شاید سب سے زیادہ ہوشیار، خادم جو آپ کی زندگی کی تعمیر کرے گا۔

عزیزی کاپس۔ میں آج بس اتنا ہی کہہ سکا ہوں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ میں آپ کو ایک مختصر سے شعری مجموعہ کی نقل بھیج رہا ہوں جو پراگ کے جریدہ ڈوئچے آر بائٹ میں شائع ہوا ہے۔ اس میں آپ کو زندگی اور موت کے متعلق مزید کچھ بتاؤں گا کہ کس طرح یہ دونوں عظیم اور شاندار ہیں۔

آپ کا

رائنر ماریہ رلکے۔

''اکارنیٹ آٹو کی زندگی اور موت کا گیت (بعد کے ایڈیشنز میں ''کرسٹوفر'') از رلکے۔

جو عام طور سے کورینت'' کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۸۹۹ء میں لکھا گیا۔

# خط نمبر ۱۰

پیرس
کرسمس سے اگلا دن
۱۹۰۸

آپ کو مسٹر کاپس یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کے پیارے خط ملنے پر مجھے کتنی خوشی ہوئی ہے۔ آپ نے جو خبر مجھے دی ہے وہ صحیح اور اس قابل ہے کہ اس کو دوسروں تک پہنچایا جائے۔ میں نے جتنا اس پر غور کیا ہے اتنا ہی مجھے لگا ہے کہ یہ حقیقتاً اچھی خبر ہے۔ میں چاہتا تھا کہ کرسمس کے موقع پر آپ کو یہ لکھوں لیکن کام کی زیادتی کی وجہ سے جس سے میں اس موسم سرما میں گذر رہا ہوں اور جو بہت متفرق قسم کی اور مسلسل مصروفیت ہے یہ روایتی چٹھی کچھ ایسی یکلخت آئی کہ میں لکھنا تو درکنار بہت سے ضروری کام بھی انجام نہ دے سکا۔

لیکن ان چٹھیوں میں اکثر آپ مجھے یاد آتے رہے اور میں سوچتا تھا کہ آپ کتنے سکون سے ہوں گے۔ ان خالی پہاڑیوں کے درمیان تنہا۔ جن پر باد جنوب کے جھکڑ یوں پڑتے ہیں کہ ابھی ان کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔

ایسی آوازوں اور اس طرح کی ہلچل کے لئے زبردست سناٹا ہونا بہت ضروری ہے۔ اور جب یہ خیال آتا ہے کہ اس کی فضا میں دور سے آئی ہوئی سمندر کی جھنکار بھی شامل ہے۔ ایسی ہی جیسی قبل تاریخ نغموں کا رچا ہوا آہنگ تو پھر یہ دعا زبان پر آتی ہے کہ آپ اعتماد اور

MashalBooks.com

تحمل سے اس عظیم تنہائی کو اپنے اوپر طاری ہونے دیں جسے اب آپ کی زندگی سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ جو ہر اس چیز کے لئے، جس کا آپ تجربہ کرنا چاہتے ہیں، جس پر عمل کرنا چاہتے ہیں، آپ کو پراسرار طریقہ سے متاثر کرے گی۔ مسلسل اور بڑی نرمی سے لیکن فیصلہ کن انداز میں بالکل ایسے ہی جیسے ہمارے اندر بزرگوں کا خون مسلسل موجزن رہتا ہے۔ اور اپنے خون میں مل کر ایک ایسے منفرد وجود کو پیدا کرتا ہے جس کی طرح کا دوسرا ممکن نہیں اور جو زندگی کے ہر موڑ پر ہماری شناخت ہوتا ہے۔

ہاں۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ اس متوازن اور واضح وجود کے مالک ہیں۔ یہ منصب، یہ یونیفارم، یہ ملازمت، یہ تمام ٹھوس اور محدود حقیقت جو ایسے ماحول میں ایسی تنہائی میں جہاں بہت سی ذمہ داریاں نہ ہوں تقاضا کرتی ہے کہ فوجی پیشہ اس کے اس رجحان سے آگے نکلیں جہاں ہر چیز ایک وقتی اہمیت رکھتی ہے اور پراعتماد ذہنی بیداری کا صرف موقع ہی فراہم نہیں کرتی بلکہ اس کی تربیت بھی کرتی ہے۔ اور ان حالات میں جو ہم پر اثر انداز ہوتے ہیں وقتاً فوقتاً ہمیں نظری باتوں کے مدمقابل لے آتی ہیں۔

فن بھی محض زندگی کا ایک رویہ ہے اور جیسے بھی کوئی زندگی گذارے وہ خود کو غیر ارادی طور پر اس کے لئے تیار کرسکتا ہے۔ ہر اس چیز میں جو حقیقی ہے انسان اس سے قریب تر ہوتا ہے اور نیم فنی پیشوں کے مقابلہ میں ان کے نزدیک ہوتا ہے جو کسی فن سے قریب تر ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود عملی طور پر ہر فن کے وجود کو جھٹلاتے ہیں اور اس کی نفی کرتے ہیں۔ مثلاً تمام صحافت، تقریباً ساری تنقید اور اس کا تین چوتھائی جسے ادب کہا جاتا ہے یا جو ادب کہلایا جانا چاہتا ہے۔ مختصر یہ کہ میں اس بات سے خوش ہوں کہ آپ نے خود کو ایسی باتوں سے بچالیا ہے اور اپنی تنہائی اور ہمت کی وجہ سے آپ کسی حد تک زندگی کے قریب آ گئے ہیں۔ میری دعا ہے کہ آنے والے سال میں آپ خود کو اس سلسلہ میں مزید مضبوط اور مستحکم کرسکیں۔

ہمیشہ آپ کا

رائنر ماریہ رلکے

## تشریحات

کرانیکل ۱۹۰۸-۱۹۰۳ء
جو محنت کرتا ہے وہ مطمئن ہے اس کی
زندگی کو شیریں بنایا جائے گا۔ ایلکلیڈنر ڈسٹیکس

## تعارف

جب نوجوان شاعر نے رلکے سے رجوع کیا تو اسے کچھ اندازہ تو ضرور ہوگا کہ وہ کس قسم کی ہمدردی کی توقع رکھتا ہے۔ لیکن اس نے بمشکل ہی سوچا ہوگا کہ اس نے تلخ یادوں کے کتنے الجھے ہوئے تاروں کو چھیڑ دیا ہے۔ غالباً اس کی زندگی کے کسی واقعہ نے رلکے پر اتنے دیرپا اثرات نہیں چھوڑے جتنے ملٹری سکول کے تجربہ نے۔ چنانچہ اس بعد کے دور میں جس میں ایک نوجوان شاعر کے نام خطوط لکھے گئے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ معمول کے مطابق ایک

MashalBooks.com

باپ نے جو ایک روایتی افسر رہ چکا تھا اور ایک ایسی ماں جو اپنے ہی میں گم تھی اور کٹر پن کی حد تک مذہبی تھی اور جو ہمدردی جتا کر ہر خط میں اسے مزید تکلیف پہنچاتی تھی اور جسے اندازہ ہی نہیں تھا کہ حالات کو کیسے سدھارے۔ اس کا حوصلہ بڑھائے یا اسے پرے ہٹادے۔ اسے زانکٹ پوئلٹن بھیج دیا۔ حالانکہ کہ جب وہ بھرتی ہوا تو اس کی حالت اچھی تھی۔ گرمی کی چھٹیوں نے اسے صحت مند رنگ اور پختہ کر دیا تھا۔ اور اپنی عمر کے مطابق اس کی اٹھان ٹھیک تھی لیکن اس قسم کا ڈسپلن قطعی طور پر اس کے مزاج کے موافق نہیں تھا۔ بلکہ یہ تو زیادہ ہی سخت تھا۔ وہ جلد ہی اپنے ساتھیوں کی بے رحم حقارت کا نشانہ بن گیا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ انہیں جذباتی، رومان پرست اور زود رنج نظر آتا تھا جس کا سبب زیادہ تر اس کے ابتدائی بچپن کے حالات تھے۔ دس بارہ یا چودہ برس کا کوئی بھی بچہ جس منہ پر اگر زور سے تھپڑ مارا جائے تو دھیمی سی آواز میں یہ کہے کہ ''میں اس لئے اس کو برداشت کرتا ہوں کہ عیسٰی نے بغیر کسی گلہ کے اور خاموشی سے صبر کیا تھا اور جس وقت آپ مجھے مار رہے تھے تو میں خدا سے دعا کر رہا تھا کہ آپ کو معاف کر دے۔'' تو اسے ہمسروں سے ایک حقارت آمیز قہقہہ کے سوائے اور کوئی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ لیکن ایسی باتوں کی وجہ سے وہ راتوں کو روتا تھا اور اسی وجہ سے اسے بہت دن پاگل خانہ میں گذانے پڑے۔ جیسا کہ وہ خود کہتا ہے۔ ''جسمانی بیماری سے زیادہ روحانی اذیت میں'' اسی وجہ سے وہ شاعری کی طرف مائل ہوا۔ ''جو اس کے بچپنے میں بھی اس کے لئے تسلی کا باعث تھی۔'' یہ شاعری بہت جذباتی۔ بہت اعلٰی خیالات کی شاعری تھی لیکن اس میں کسی بھی طرح کی ندرت نہیں تھی۔ تاہم یہ حالات کے خلاف اس کا نہایت فطری ردعمل تھا اور ان سے پناہ حاصل کرنے کی صورت تھی۔

کئی برس بعد۔ ۱۹۲۰ء کے موسم خزاں میں رلکے کو میجر جنرل زیڈلا کو کا خط ملا جس نے اسے زانکٹ پوئلٹن جرمن میں سکھائی تھی اور جس نے اب اس مشہور غنائی شاعر کے متعلق ایلن کا لیکچر سن کر اسے تعریفی خط لکھا تھا۔ اور اس کے اپنے پرانے لگاؤ کا ذکر کیا تھا (حالانکہ اس نے اپنے شاگرد کے تخیلاتی مضامین پر سرخ پنسل کا بہت استعمال کیا تھا) اسے جواب کی امید تھی۔ ایک چھوٹا جواب ہی سہی۔ رلکے نے اس کے دو صفحوں کا جواب آٹھ صفحوں میں دیا۔ یہ بے باکانہ، جرأت مندانہ اور بے لاگ جواب ہے۔ دلچسپ اور ہمدردانہ۔ ایسا خط جو وہی لکھ سکتا ہے جسے دیانتداری کا احساس ہو اور جو انسانی رشتوں کی نزاکت کو سمجھتا ہو۔ وہ اس بات کے لئے

MashalBooks.com

ممنون ہے کہ خط لکھنے والا تجدید تعلقات کا خواہاں ہے لیکن وہ اسے صاف صاف یہ جتا دیتا ہے کہ جو کچھ اس نے زندگی میں حاصل کیا ہے وہ ملٹری سکول میں گذارے ہوئے پانچ برسوں کی یادوں کو برسوں تک بھلائے بغیر ممکن نہیں تھا۔ ایسے بھی وقت آئے جب ان کی یادوں کا ہلکا سا عکس اس کے تخلیقی شعور کے لئے خطرہ بن سکتا تھا جسے اس نے اس قدر مشکل سے حاصل کیا تھا۔ اور وہ اب تک نہیں سمجھ پایا تھا کہ بچپن کی یہ یادیں کیوں اسے پریشان کرتی ہیں۔ اگر اس کا رویہ حد سے بڑھا ہوا محسوس ہو تو وہ میجر جنرل سے درخواست کرتا ہے کہ اس بات کو مدنظر رکھے کہ جب اس نے سکول چھوڑا تھا تو اس کی تمام قوت اور تمام صلاحیت ضائع ہو چکی تھی۔ سولہ برس کی عمر میں جسمانی اور روحانی طور پر انہیں مسخ کر دیا گیا تھا اور ان کی نشوونما روک دی گئی تھی۔ عظیم مقصد کے لئے کام آنے والی اس کی طاقت زائل ہو گئی تھی۔ اس کو قطعی ناکارہ بنا دیا گیا تھا اور یہ احساس اس میں مسلسل بڑھتا رہتا تھا کہ اس کی زندگی کی ابتداء بالکل مختلف طریقہ سے ہونی چاہئے تھی اور یہ احساس اسے ہمیشہ پریشان کرتا رہتا تھا کہ اس عرصہ میں جو محنت اس نے کی تھی۔ وہ قطعی بے کار گئی تھی اور اب اس کی تلافی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس دوران اگر کوئی ہمدردانہ واقعہ ہوا ہوتا تو وہ یقیناً اس کا ممنون ہوتا لیکن چونکہ ایسا ہونا تقریباً ناممکن تھا اس لئے اس نے بعد کے واقعات کا سہارا لینے کی کوشش کی جس میں یہ ''واحد منحوس'' احساس بھی شامل ہے۔

وہ اس فوجی ناول کو نہیں لکھ سکا جس کے متعلق اس نے سوچا تھا اور خطوط کے علاوہ جس کے محض چند بیانیہ حصے ہی اب دستیاب ہیں۔ لیکن اب اس سنجیدہ عمر میں یہ بیان اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ زانکٹ پوئلٹن اور مہرش وائزکشن کے تجربات محض طفلانہ بدمزگی یا بے چینی نہیں تھی۔ یہ سوچا جا سکتا ہے کہ ان تجربات نے کسی حد تک اس کے کردار کی تکمیل میں حصّہ لیا۔ اس لئے کہ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ وفاداری اور فرض کی وہ سختی سے پابندی کرتا تھا اور ان سے عہدہ برا ہونے کے لئے طاقت کی کمی نہیں تھی۔ مزید براں ان تجربات سے وہ بددل نہیں ہوا گو وہ ان سے بچتا اور ڈرتا رہا۔ لگتا ہے کہ اس کی زود رنجی اور بلند نگاری کو متوازن کرنے کے لئے ان تجربات نے اسے انسانی دکھ کا احساس دلایا۔ اس سخت ذہنی اور روحانی کرب کا احساس جسمانی نہیں تو نفسیاتی جو مایوسی اور خوف سے پیدا ہوتا ہے۔

اپنے باپ کی رضامندی سے (ساڑھے پندرہ برس کی عمر میں) وہ زیادہ مناسب حالات میں کسی بہتر روزگار کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ایک ایسا

نو جوان جس میں شاعرانہ صلاحیتیں ہوں۔خصوصاً رلکے۔ایسی جگہ کے لئے موزوں نہ ہوں۔لیکن تعجب یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم کے دوران ہی خود رلکے نے یہ طے کرلیا کہ اسے افسر بننا ہے جب کہ اغلب یہ ہے کہ وہ اپنے شعور سے زیادہ دوسرے اثرات کے تابع تھا۔اور شاید یہ کہنا زیادہ صحیح ہو کہ اپنے منفرد ہونے کے احساس سے پہلے ہی۔اس لئے کہ سکول کے زمانے میں بھی وہ اسی پر انحصار کرتا تھا یہ جانتے ہوئے کہ نہ وہ دوسروں کی زندگی جئے گا۔نہ دوسروں کے لئے زندہ رہے گا۔اس نے خارجی دنیا پر اپنا نقش قائم کرلیا تھا۔جب وہ اپنے چچا بجاروسلاؤ کے ساتھ سمیخوف کے مضافات میں رہ رہا تھا تو باغ میں لیٹے ہوئے اور پراگ میں بے فکری سے گھومتے ہوئے وہ وردی پہنے رہتا تھا۔اس لئے کہ ان دیہات میں عزت بہت ہوتی تھی۔

لنس کے مقام پر اگلے موسم سرما میں جہاں وہ بزنس اکیڈمی میں شرکت کے لئے گیا تھا اس نے پہلی نظم لکھی جو شائع ہوئی۔یہ بیرونیس فون سڈنر کی نظم ''اپنے ہتھیار پھینک دو'' کے جواب میں عسکری شان وشوکت کے متعلق تھی۔آئندہ دس برسوں میں رلکے کی انفرادیت میں جتنا انقلاب آیا تھا اس کی مثال نہیں۔کسی حد تک اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ۲۸ برس کی عمر میں اپنی تمام تر ذہانت کے باوجود کیوں خود ابھی تک اپنے قدم جمانے کی کوشش کر رہا تھا۔اور کیوں ساری زندگی اپنے پورے عزم کے باوجود اتنا اُکھڑا اُکھڑا رہا۔

پراگ واپس آنے کے بعد پہلے اس نے اپنے طور پر تعلیم شروع کی اور پھر کارل فرڈینند یونیورسٹی میں۔مذہب،فلسفہ،جرمن،ادب وفن کی تاریخ اور یہاں تک کے مبادیات قانون اس نے پڑھا۔گوئٹے،روئے کرٹ لے ناؤ،شیکسپیئر،شوپہایر،ٹالسٹائی کا مطالعہ کیا۔وہ ہر طرح مصروف اور خوش نظر آتا تھا۔اسی زمانے میں اسے محبت کے اولین تجربات ہوئے۔لنس میں ایک گورنس کے ساتھ اس کا معاشقہ ہوا جسے وہ احمقانہ چھیڑ چھاڑ کہتا ہے اور اچھا ہی ہوا کہ وہ اس سے نکل آیا اور ویلری ڈیوڈ رہون کے ساتھ تین برس کی رفاقت جس نے اس کے جذبات کو بھڑکایا اور جس کے دوران وہ کام میں منہمک رہا،اس کی تخلیقی صلاحیت پیدا ہوئی اور وہ ایک رومانس سے گذرا۔یہ اس کے لئے بہت اہم ثابت ہوا۔اس لئے کہ اس کے زیر اثر (جو کہ توپ خامہ کے ایک افسر کی بیٹی تھی جو پراگ کے وائن برگ علاقہ میں رہتا تھا۔بقول زی بر وہ پھول دانوں پر تصویریں بناتی تھی اور کہانیاں لکھتی تھی اور اپنی غیر معمولی فنی مہارت سے ان دونوں فنون کو ملا دیتی تھی) قطعی حتمی طور پر اس میں فوج کی روایتی

MashalBooks.com

طبقاتی برتری کے خلاف ردعمل پیدا ہوا اور اس میں فنکار بننے کا شوق پیدا ہوا۔ اس تمام عرصہ میں دونوں تحریری کام میں مصروف رہا۔ پہلے وہ ''۳۰ سالہ جنگ'' کی تاریخ کی دوسری جلد پر کام کرتا رہا (جواب دستیاب نہیں ہے) جس کی اس کے لئے بظاہر یہ اہمیت تھی کہ جنگ عظیم انسان پیدا کرتی ہے جو واقعات کے پس منظر میں ہیرو بن جاتے ہیں۔ پھر ہمیشہ نظمیں لکھتا رہا۔ یادوں سے بھری نظمیں، صرف کہیں کہیں پر اپنے انداز میں۔ اس لئے کہ وہ کبھی ان چیزوں کو شائع نہیں کر سکتا تھا جن میں اسے زیادہ دلچسپی تھی اور صرف وہی چیزیں شائع کراتا تھا جو اس کی ذات سے براہ راست متعلق نہیں تھیں۔ ایک جلد ''زندگی اور نغمے'' ویلری کی مالی اعانت سے ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئی اور ویگ وارٹن (نیلے پھولوں والے ایک پودے کا نام جو بقول اسیڈلس ہر سال بعد نئے سرے سے زندہ ہو جاتا ہے) کی دو جلدیں (رلکے کا خیال تھا کہ اس کی نظمیں بھی اسی طرح قارئین کی روحوں میں زندگی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ جائیں گی یہ اس نے خود چھوائیں اور ایک جذباتی آئیڈلزم کے جذبہ کے تحت ہسپتالوں اور مفت لائبریریوں کو نذر کیں۔ مختلف جرائد میں بھی۔ جن میں سے وہ ایک کا مدیر تھا۔ اس نے یہ نظمیں چھپوائیں آخر میں اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس نے کچھ ڈرامائی خاکے بھی لکھے جن میں تھیٹرانہ قسم کے جذبات تھے۔ لیکن یہ مکمل طور پر ناکام ہوئے۔ اس زمانہ کی واحد تخلیق جسے رلکے نے اس قابل سمجھا کہ ''لاریز (ایک قدیم رومی دیوتا)'' کی نذر کیا جائے۔ پہلی بار ۱۸۹۶ء کے کرسمس میں اس وقت چھپی جب وہ میونخ میں زیر تعلیم تھا۔ یہ ایسی نظموں کا مجموعہ ہے جو زیادہ تر روایتی جرمن غنائیہ کے انداز میں لکھی گئی ہیں اور ان کے موضوعات بھی اس قسم کے ہیں۔ البتہ ان میں اپنے وطن بوہیمیا کے متعلق اس کے جذبات بکھرے ہوئے ہیں۔

خواب آلود ۱۸۹۷ء میں چھپی اور بعثت مسیح ۱۸۹۸ء۔

برلن یونیورسٹی میں چند روز لیکن اطمینان بخش پڑھائی کے بعد ۱۸۹۸ء کے موسم بہار میں رلکے اپنے دوست لوایندریا سلو کے ساتھ ماسکو کے لئے روانہ ہوا۔ وہ دو مرتبہ روس گیا۔ دوسری مرتبہ ایک سال بعد۔ دونوں مرتبہ سفر کے دوران نہ صرف اس نے خود کو اس ملک کے مناظر اور ماحول میں ڈبو دیا بلکہ وہ ٹالسٹائی اور ڈروسکن۔ کسان شاعر کے علاوہ بہت سے دانشوروں اور فنکاروں سے بھی ملا۔ جن سے وہ بہت متاثر ہوا (اس کی عمر ۲۳/۲۴ برس تھی) اور یہ تاثر یوں اس کے تخلیقی تخیل میں رچ بس گیا تھا اور آخر تک اس کے نظریات میں نمایاں

ہے۔''روس ایک حقیقت تھا۔ اور وہ مشاہدہ جو عام سا بھی ہے اور گہرا بھی وہ ایک ایسی حقیقت ہے جو دور نظر آتی ہے اور نہائت آہستہ آہستہ ان پر عیاں ہوتی ہے جن میں تحمل ہو۔ روس وہ ملک جہاں لوگ تنہا ہیں۔ ہر ایک کی اپنی دنیا ہے۔ ہر شخص پر پہاڑوں جیسی سیاہی چھائی ہوئی ہے۔ ہر ایک انکساری میں ڈوبا ہوا ہے۔ لیکن کسی کو اپنی کم مائیگی کا احساس نہیں ہے اور اسی لئے ہر ایک لائق احترام ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے درمیان فاصلے ہیں جو مشکوک ہیں اور جنھیں بڑی امیدیں ہیں۔ ارتقاء پذیر لوگ۔ اور ان سے بالا۔ ایک خدا جو مسلسل بڑھتا رہتا ہے۔ تبدیل ہوتا رہتا ہے اور جس کا کبھی تعین نہیں کیا جا سکتا''۔''خدا کی کہانیاں'' کسی حد تک اس کے ان خیالات کی تائید کرتی ہیں۔

۱۹۰۰ء میں اپنے دوسرے سفر سے واپسی پر رلکے وورپس ویڈے، جو بریمن کے قریب فنکاروں کی ایک بستی ہے، مصور ہائن رخ فوگیلر سے ملنے گیا۔ یہاں اس نے بہت سی نظمیں لکھیں جو''تصویروں کی کتاب'' میں شائع ہوئیں جس کا پہلا اڈیشن ۱۹۰۲ء کے موسم بہار میں چھپا۔ رلکے کے نظریات پر اس زمانہ کے اثرات کو بہت اہمیت دی گئی۔ اور یہ بے جا بھی نہیں ہے۔ لیکن ایسی توجیہات کے لئے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اس کے معاملہ میں تاثر کا بنیادی مطلب یہ ہے کہ جو کچھ پہلے ہی اس کے اندر موجود ہے زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ یہ اثر دوسروں کے فنی خیالات کا پرتو نہیں ہوتا۔ رلکے پر تنقید کے سلسلہ میں یہ سب سے اہم بات ہے جسے لوگ اکثر بھلا دیتے ہیں اس لئے کہ وہ اپنے مخصوص انداز میں وقتی طور پر خود کو اپنی زندگی کے کسی بھی فنی تجربہ میں پوری طرح گم کر دیتا تھا۔

وہ رپس ویڈے میں قیام کے دوران وہ سنگ تراش خاتون کلارا ویسٹ ہوف سے ملا جو ایک بریمن خاندان کی فرد تھی اور جس سے اگلے برس اس کی شادی ہوگئی۔ اور وہ اس کے ساتھ قریب ہی ویسٹر ویڈے میں رہنے لگا۔ جہاں دسمبر میں ان کی بیٹی روتھ پیدا ہوئی یہاں وورپس ویڈے مصوروں کے گروپ پر اس نے ایک کتاب ۱۹۰۲ء میں شائع کی۔ اس دوران اور بلاشبہ ایک حد تک اپنی بیوی کے کام سے متاثر ہو کر اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ وہ رچرڈ مدر کے سلسلہ کے لئے روڈون کے مطالعہ پر خاکے بنائے۔

## خط نمبر ۱

اگست ۱۹۰۲ء کے آخر میں وہ اس خوشگوار کام کے لئے خود کو تیار کرنے کی غرض سے پیرس گیا۔ اور وہاں لائبریریوں میں اسے فرانسیسی مورخ اور نقاد ویکوسٹے ڈی ووگ، جو روسی معاملات کا ماہر تھا، کی رہنمائی میں مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ اس وقت رلکے صرف اٹک اٹک کر فرانسیسی بول سکتا تھا۔ گو یہاں آنے سے پہلے وہ بریمن کے بولٹر سکول میں اس پر مشق کرتا رہا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ اس زبان کی جامعیت نے اسے مایوس کر دیا۔ لیکن یہ یقیناً ایک چیلنج تھا اس لئے کہ وہ پہلے ہی فرانسیسی میں شعر کہنے لگا تھا۔

اسکی تحریروں کے بغور مطالعہ سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان تمام خارجی تفصیلات کو جذب کرنے میں مصروف تھا جو اس شہر کا سحر ہیں جیسے پل، گلیاں، ہلکا ہلکا سا آسمان، خوشبوئیں، آوازیں، مناظر، عمارات اور لوگ، اور یہ کہ بعد کے برسوں میں اور مختلف کیفیتوں کے اندر اس نے خود کو پیرس کی طرف کھنچتا ہوا محسوس کیا۔ اسے یہ شہر عجیب سا لگا۔ کچھ ظالمانہ سا۔ جو اپنے ہنگاموں اور گناہوں میں انجیل کے ان شہروں کی طرح لگتا تھا جنہیں تباہ کرنے کے لئے عیسیٰ آئے تھے۔ ان لوگوں کے درمیان اس نے خود کو تنہا محسوس کیا۔ اسے لگا کہ وہ اسے ٹھکرا رہے ہیں۔ اجنبی دیس کے ہنگاموں میں اور زندگی کی افراتفری میں وہ خوف زدہ تھا۔ تاہم

MashalBooks.com

انسانی ہمدردی اور انسانیت سے لگاؤ نے اسے زبردستی ان کے وجود میں شامل کر دیا۔ اخباروں میں جرائم کی سنسنی خیز خبریں اسے چونکا دیتی تھیں۔ جیسے بیماریوں کے مصور اشتہارات، وہ پریشان ہو جاتا۔ اب اسے معلوم ہوا کہ ''ورلن اور ملارمے بودلئیر کے ناولوں میں ہمیشہ ہسپتال کیوں ہوتے ہیں۔''

پیرس کے متعلق ان خیالات کی تفصیل بڑی حد تک ''مالٹے لورڈز برگ کے تاثرات'' میں ملتی ہے۔ اور اس میں بہت سے واقعات خود نوشت ہیں گو رلکے چاہتا تھا کہ اس کتاب کو سوانحی نہ سمجھا جائے۔ مثلاً سونے سے پہلے وہ ''یونس کی کتاب'' کا تیسواں باب پڑھتا جو اس کے مطابق اس کی حالت کی مکمل عکاسی کرتا تھا اور رات کے وقت وہ بودویلر کی ''مختصر نظمیں اور نثر'' سے تسکین حاصل کرتا جو نوٹ بک میں نقل کی ہوئی اس عبارت سے شروع ہوتی ہیں۔

''آخر کار انسان کے چہرے سے ظلم کے آثار مٹ گئے ہیں اور میں اب سوائے اس کے کہ خود اپنے اوپر ظلم کروں اور کسی طرح کے کرب کا شکار نہیں ہوسکتا۔''

اور اس پر ختم ہوتی ہے۔ ''ہر طرح کی مایوسی''

چند ماہ بعد اس نے لکھا کہ ''پیرس میرے لئے ایک ایسا تجربہ تھا جیسے ملٹری سکول کا۔ جیسے ان دنوں میں دہشت ناک حیرت نے مجھے جکڑ رکھا تھا اسی طرح اب بھی میں اس ناقابل بیان ہنگامہ میں جسے زندگی کہتے ہیں خود کو پھنسا ہوا محسوس کرتا ہوں''۔

شروع شروع میں وہ' روتولے میں رہا جو سوربوں کے قریب ایک چھوٹی سی گلی ہے۔ ''نوٹ بک'' کے شروع میں یہی پتہ درج ہے۔ بلاشبہ اس اداسی کی وجہ اس کے اپنے گرد و پیش بھی ہے۔ لاطینی کوارٹر کا ایک گندا سا چھوٹا سا ہوٹل۔ عین طالب علموں کے ہنگاموں کی زد میں۔ ایک بدنما سی تنگ گلی جس کے مقابل بہت سی کھڑکیاں بالکل اسکے سر پر لگی ہوئی اور اس کی شاموں کو مٹی کے تیل کا ایک ٹمٹاتا ہوا چراغ روشن رکھتا تھا۔ چند ہفتوں کے بعد وہ قریب ہی ۳ رو دے لاب ویسدیی میں ایک چھوٹے سے ہوٹل میں منتقل ہوگیا۔ جہاں وہ اس دوران رہا تھا۔ جب اس نے ''ایک نوجوان شاعر کے نام خطوط'' لکھے اور جہاں پانچویں منزل کے برآمدے سے وہ باغوں، مکانوں کی قطاروں سے پینتھیوں کے گنبد تک نظر دوڑاتا۔۔۔۔۔اور آسمان اور صبح اور شام۔ خلاء۔۔۔۔۔لیکن یہاں بھی اسے پہلے کی طرح ماحول کی گھٹن کا احساس ہوتا۔ اس کی حساس طبیعت پر ان صحت مند تاثرات کو سمجھنے سے پہلے یہ

ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ رلکے جب یہاں آیا تھا تو وہ پوری طرح صحت مند نہیں تھا اور شور، بدصورتی اور گرد و پیش کے تھکا دینے والے ہنگامے برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ پہلی مرتبہ اس پر سکون زیریں علاقہ سے باہر آیا تھا جہاں جرمن بولی جاتی تھی۔ شروع میں وہ تنہا تھا اور کافی مفلوک الحال اور اس شہر کے وسط میں رہنے لگا تھا جس کا شمار دنیا کے بڑے شہروں میں ہوتا ہے۔ اس کی الجھن خوف اور دہشت کو سمجھنے کے لئے یہی حقیقت کافی ہے۔ اس لئے کہ ابھی تک اسے اپنے آپ پر اور اپنے کام پر اعتماد حاصل نہیں ہوا تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو اس قسم کے سہاروں سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔

البتہ وہ ایک مقصد کے لئے یہاں آیا تھا۔ اور مشکلات نے اس کے عظم کو اور بھی پختہ کر دیا تھا۔ اس لئے کہ اس کا خیال تھا کہ اگر وہ وہاں کام میں لگ گیا تو اس میں زیادہ انہاک ہوگا اور وہ اسی کا منتظر تھا اور اس کے لئے تیاری کر رہا تھا اس کے اوقات مصروفیت سے پر تھے وہ ببلوتھیک ناسیونال میں دن گذارتا۔ فرانسیسی ادب اور تاریخ کا مطالعہ کرتا یا بارھویں اور تیرھویں صدیوں کے کیتھیڈرلوں کی تصویروں کا جائزہ لیتا۔ دوسرے دنوں میں وہ عجائب گھروں میں تصویریں اور مجسمے دیکھتا۔ اور خود کو روڈن کے مطالعہ کے لئے تیار کرتا۔ وہ قدیم کلاسیکی اور جدید سب کا مطالعہ کرتا۔ یہاں پہلی مرتبہ اس نے بوٹیچیلی اور لیونارڈو کو دیکھا۔ وینس ڈی میلو کو دیکھا (جو اسے بہت ماڈرن لگی) نائک آف سیوتھری کو دیکھا (جو اس کے برعکس اسے اصل یونانی لگا) اور ناناگرہ کی خوبصورت دنیا کو دیکھا پینتھیون اسے بہت اچھی جگہ لگی۔ روزانہ نوٹرڈیم کا سحر اس پر طاری رہتا۔ اس کے ارتقاء میں یہ زمانہ اہمیت رکھتا ہے۔

اس تمام ہنگامہ کے مقابلہ میں روڈن ایک ''عظیم۔ پرسکون اور زبردست تضاد'' تھا۔ اس تمام بے چینی میں رلکے ایک ایسے تجربہ سے گذر رہا تھا جس کی شعائیں اس عظیم تخلیقی شخصیت سے پھوٹتی تھیں جس میں بلا کی توانائی اور اخوت تھی اور جس کے سائے میں ''بعد میں آنے والے ہزاروں خدشات میں'' اسے پناہ ملتی تھی۔ اس تعلق میں غالباً ایک بات جو اس کے لئے سب سے اہم تھی وہ بھی اسے روڈن کے فلسفہ ''ہمیشہ کام'' میں ملی اور جس کو رلکے نے بڑے جذبہ کے ساتھ خود اپنی زندگی پر منطبق کرنے کی کوشش کی۔ اس لئے کہ پیشہ کتنا ہی سنجیدہ کیوں نہ ہو اور مطالعہ اور تعلیم آرٹسٹ کے لئے اس طمانیت کا باعث نہیں ہوتے جو بیک وقت انسان کو اٹھاتی بھی ہے اور اسے سکون بھی دیتی ہے۔ جو جوش بھی دلاتی ہے اور جو صرف اس کی اپنی تخلیقی قوت

MashalBooks.com

میں ظاہر ہوتی ہے۔ ادھر روڈن تھا جو روزمرہ کی اپنی مسلسل مصرفیات میں زندگی بھر کی کاوش کے بعد اپنی پوری زندگی کی بصیرت کی تشکیل کر رہا تھا۔ جبکہ بیچارہ شاعر رلکے سخت مایوسی کے دور سے گذر رہا تھا۔

''۔۔۔۔۔۔ بہت تنہا اور بہت ٹھکرایا ہوا میں اپنے راستے پر جاتا ہوں۔ اور بے شک یہ اچھا ہے کہ میں کبھی بھی کسی اور صورت کی خواہش نہیں کرتا تھا۔ لیکن وہ تمام خوف اور پریشانی جو گذشتہ برس کی فراغت اور خوشی کے ساتھ پروان چڑھتی رہی اس نے مجھ میں کمزوری، بے یقینی اور بزدلی پیدا کر دی ہے۔۔۔۔ لیکن میں بہت بے بس ہوں (اس لئے کہ میں ایک بہت بزدل۔ کھویا ہوا اور کمزور بچہ تھا) اور جب قسمت مجھے آواز دیتی ہے تو میں ہمیشہ خاموش ہو جاتا ہوں۔ بہت دیر تک بے حس رہتا ہوں۔ اور ایسا ہی چاہئے بھی۔ گو میں دن رات نا قابل بیان دکھ میں مبتلا رہتا ہوں۔ با آواز دکھ میں۔۔۔۔۔۔۔ جیسے شاید کوئی دستکاری کے خاموش بیل بوٹوں میں پناہ ڈھونڈے اور اسے یہ خوف نہ ہو کہ اس کے اندر اس تمام ہنگامہ کے پیچھے کس قسم کے ثمرات تیار ہو رہے ہیں۔ کبھیں مجھے لگتا ہے کہ یہ بہت دوراز کار ہے اس لئے کہ مجھے ہمیشہ یہ صاف دکھائی دیتا ہے کہ میرے جیسے انسان کے لئے لکھنے کو روزگار کا ذریعہ بنانے سے زیادہ مشکل اور خطرناک شاید کچھ اور نہ ہو۔ میں اس طرح خود کو لکھنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اور یہ احساس میرے لئے لکھنے کو ناممکن بنانے کے لئے کافی ہے کہ میری تحریر اور ضروریات زندگی کی کفالت کے درمیان باہمی تعلق ہے۔ میرے لئے خاموشی سے کسی تحریک کا انتظار ضروری ہو جاتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس کے ساتھ زبردستی نہیں کی جا سکتی۔ (گذشتہ دو برسوں میں یہ تحریک بہت محدود رہی ہے)۔۔۔۔ برے دنوں میں میرے پاس صرف بے جان لفظ ہوتے ہیں۔ وہ لاش کی طرح بھاری ہوتے ہیں۔ ایسے بھاری کہ میں ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا۔ کیا یہ برا ہے۔ کمزوری ہے؟ اور پھر بھی میرے معاملہ میں خدا کی مرضی یہی ہے۔۔۔۔''

۱۳ فروری ۱۹۰۳ء کو اس نے ''ایک نوجوان شاعر کے خطوط'' کے لکھنے سے چار روز پہلے ایلن کے کو یوں خط لکھا۔ کاپس کو اس کی ذہنی حالت کا اندازہ کس طرح ہو سکتا تھا۔ الفاظ کے ذریعہ اپنی بصیرت کو تشکیل دینے اور سنگ تراشی کی ٹھوس کاریگری میں شاید کوئی فطری رشتہ نہ ہو۔ تاہم رلکے خود روڈن سے اسی طرح کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا جیسا وہ کاپس کو دینا چاہتا تھا۔

MashalBooks.com

# خط نمبر۲

کیوں کہ پیرس کی سردی اس کے لئے اچھی ثابت نہیں ہوئی اس لئے وہ مارچ میں ویا ریگیو میں سمندر کے قریب ایک گرم علاقہ میں آ گیا جو پیسا سے دور نہیں تھا۔ یہ وہی مقام تھا جہاں تقریباً سو برس پہلے ''اپوئیل'' کی افسوس ناک تباہی کے بعد شیلے کی لائن پائن درختوں کے جھنڈ میں آ پڑی تھی۔ ۱۸۹۸ء کے موسم بہار میں رلکے پہلے بھی یہاں آ چکا تھا اور اس وقت اس نے ''لڑکی کا گیت'' لکھا تھا۔ اور ''سفید شہزادی'' کا پہلا مسودہ بھی۔ حالیہ قیام کے دوران وہ ہوٹل فلورنس کے انگریز اور جرمن سیاحوں کے شور وغل سے دور بائبل اور جیکسن (نیلز لاہنے) کو لئے ہوئے سکون کی تلاش میں دھوپ میں پھرتا ہوا۔ سمندر میں نہاتا ہوا اور ساحل پر ننگے پاؤں چلتا ہوا نظر آتا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق اس کا لباس کالی اور سرخ دھاریوں والا غسل کا لباس تھا جس کا وہ صرف نچلا حصہ پہنتا اور اوپر کے حصہ کو الگ کر دیتا تاکہ ''ضرورت کے وقت اسے اتار سکے اور یہ ضرورت وہ انگریز عورت تھی جو کسی بھی وقت نمودار ہو سکتی تھی۔ سمندر نے اس پر خوشگوار اثر کیا۔ یہ اپنے شور سے مجھے نکھارتا ہے اور میری پریشانیوں اور الجھنوں میں ایک آہنگ پیدا کر دیتا ہے۔ جب کبھی وہ اسے دھوکہ دے جاتا اور اتنا مہربان نہ ہوتا اور ''اس قدر

MashalBooks.com

پرشور اور بے تکان'' ہوتا تو وہ جنگلوں میں نکل جاتا جہاں اسے ایک درخت کی جڑ کا تکیہ مل گیا تھا
جس پر وہ گھنٹوں یوں تنہا بیٹھا رہتا جیسے یہ زندگی کا پہلا دن ہو۔ بہت جلد اس نے کلارا کو
لکھا۔''میں پھر اپنی تنہائی کو تھوڑا تھوڑا محسوس کرنے لگا ہوں۔ اور مجھے گمان ہے کہ اگر میں اسے
نئی قوت کے ساتھ پکاروں تو یہ مجھے مایوس نہیں کرے گی۔'' اور پھر وہ ہفتہ بعد۔'' ہر شخص کو اپنے
کام میں اپنی زندگی کا محور تلاش کرنا چاہئے۔ اور پھر وہ اس سے یوں جس حد تک ممکن ہو شعاعوں
کی طرح باہر کی سمت بڑھنے کی کوشش کرے۔ اور اس عمل میں کوئی اسے دیکھ نہ رہا ہو۔۔۔ اور
نہ ہی وہ خود اپنے آپ پر نظر رکھے۔ اس میں ایک طرح کی پاکیزگی، ایک طرح کا کنوارپن ہوتا
ہے۔۔۔۔۔ یوں خود سے نظریں چرانے میں۔ یوں لگتا ہے جیسے کوئی اشیاء پر جمی ہوئی نظروں کو
میرے لئے کھینچ رہا ہے۔ جو فطرت کے ساتھ پیوست ہیں۔ جبکہ اس کا ہاتھ خود بخود نیچے کی طرف
جاتا ہے۔ بڑھتا چلا جاتا ہے، ہچکچاتا ہے پھر خوش ہو جاتا ہے۔ چہرے کے نیچے اور نیچے اتر جاتا
ہے۔ اس چہرے کے نیچے جو ستارے کی طرح اس کے اوپر چمکتا ہے۔ دیکھتے ہوئے نہیں۔ صرف
چمکتے ہوئے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ میں ہمیشہ اسی طرح کرتا رہا ہوں۔ چہرہ دور کی سمت اٹھا
ہوا، ہاتھ تنہا، اور یقیناً ایسا ہی ہونا چاہئے۔ جلد پھر میں ایسا ہی ہو جاؤں گا۔''

# خط نمبر ۳

اس جھنجھوڑتی ہوئی تخلیقی تحریک کا اظہار ''ساعتوں کی کتاب'' کے ابواب میں ہوا۔ اسی وجہ سے اس نے پیرس کے لئے اپنی واپسی ملتوی کر دی۔ یہ محسوس کرتے ہوئے کہ خواہ یہ کتنی ہی معمولی ثابت کیوں نہ ہو اس کے ساتھ ریل میں سفر کرنا اور جنیوا اور دیڑون کے نئے تاثرات سے دوچار ہونا اچھا نہ ہوگا۔ اور اگر یہ بالکل ہی بے معنی ثابت ہو تو یہ ''بہتر ہوگا کہ یہاں تھوڑی بہت مایوسی کو یہ سمجھ کر برداشت کر لیا جائے کہ اس میں اپنا کوئی قصور نہیں تھا۔'' صرف چند خطوط لکھنے ے والٹر ٹیر کے ''خیالی خاکے'' پڑھنے اور لیونارڈو پر روسی مصنف مہریوکووسکی کی نہایت بور کتاب کا مطالعہ کرنے کے علاوہ وہ اور کچھ کئے بغیر اپریل کے آخر میں واپس چلا گیا۔۔

MashalBooks.com

## خط نمبر ۴

یوجین کرئرے پر مونوگراف لکھنے کا اس کا منصوبہ اس کے ذہن میں ہی رہا۔ اس مرتبہ اس کا قیام زیادہ نہیں تھا حالانکہ وہ یہ ''محسوس کرتا رہا کہ پیرس مجھے کسی اور کام میں مصروف کر دے''۔ گرمیوں نے پھر اسے کلارا کے ساتھ وورپس ویڈے کے علاقہ میں کچھ پرسکون ہفتہ گذارنے پر مجبور کر دیا۔ جو انہوں نے اپنے دوست فوگیلر کی سفید حویلی میں گذارے۔ اب ۱۸ جولائی کو خط نمبر ۴ لکھنے کے دو روز بعد اس نے لوا ینڈ ر یا۔ سلومے کو ایک طویل تفصیل لکھی جو اس کے شعور کے ایک دوسرے حصہ یعنی اس پر پیرس کے اثرات کے متعلق تھی اور اس میں پہلی مرتبہ ان باتوں کی طرف ایک مبسوط اشارہ ملتا ہے جو بعد میں ''مالٹے لارڈز کی برگ نوٹ بک'' میں شائع ہوئیں۔ تین ہفتے بعد جبکہ جولائی کے آخر میں وہ ''اپنی چھوٹی روتھ جو یہاں سے قریب ہی رہتی ہے'' سے ملنے کیلئے اوبرلوئے لانڈ گیا جہاں وہ کلارا کے والدین کے ساتھ مقیم تھی۔ اس نے اپنے اسی نہایت گہرے دوست کو جس کو اس نے اپنے بہت سے مسائل اور اپنے ارتقاء کے مختلف مرحلوں کے متعلق بتایا تھا لکھا۔ ''اولو۔ جو ایک نظم لکھنے میں کامیاب ہو جاتا ہوں۔ اس میں ہر تعلق اور ہر میلان سے زیادہ حقیقت ہوتی ہے۔ میں تخلیقی عمل میں ہی اپنی حقیقت محسوس کرتا ہوں۔ اور میں اپنی پوری زندگی اس حقیقت پر استوار کرنا چاہتا ہوں۔ اس بے انتہا سادگی اور مسرت پر جو کبھی کبھی مجھے میسر ہوتی ہے۔۔۔ لیکن میں شروع کیسے کروں۔۔۔؟ وہ جانتا ہے۔ وہ اب ۲۷ برس کا ہے۔ کہ ابھی اس میں اس تنظیم کی کمی ہے جس کا وہ خواہاں ہے کہ کام کیلئے یہ ضروری ہے

’’کیا مجھ میں طاقت نہیں؟ کیا میرا ارادہ صحت مند نہیں ہے؟ کیا یہ میرے خواب ہیں جو میری ہر کوشش کے راستہ میں آجاتے ہیں۔ دن گذرتے جاتے ہیں۔ اور کبھی کبھی مجھے زندگی حرکت کرتی ہوئی سنائی دیتی ہے۔ پھر بھی ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔ کوئی حقیقی کامیابی نہیں ہوئی‘‘۔۔

کیا اسے اپنے فن آلات سے زیادہ میں ہی ڈھونڈنے چاہیں؟ کیا اس کے لئے کوئی خاص مطالعہ ضروری ہے؟ کسی موضوع پر زیادہ غور کی ضرورت ہے؟ یا اس کا تعلق کلچر سے ہے جو ایک حد تک مورثی ہوا اور ایک حد تک اکتسابی۔؟ لیکن اسے احساس ہے کہ اسے اپنے سارے ورثہ کے خلاف جنگ کرنی پڑے گی جبکہ اس نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ کچھ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کی تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے۔ کسی مطالعہ کی ہر کوشش اس کے لئے ہمیشہ نامکمل رہی۔ کسی حد تک اس وجہ سے کہ اسے یہ عجیب سا اور حیران کن احساس تھا کہ اپنے فطری علم سے بڑی محنت کے ساتھ پلٹنا پڑے گا۔ یوں کہ آخر میں وہ پھر گھوم پھر کر اس کی طرف آجائے۔ اسے کتابیں درکار تھیں۔ لیکن ببلوتھیک ناسیونال میں وہ تمام کتابیں جن کے لئے وہ بے تاب رہتا تھا اس کے اردگرد ہوتیں۔ ان میں ہر چیز اتنی اہم نظر آتی کہ اس کی خواہش ہوتی کہ پوری کی پوری کتاب نقل کرلے اور وہاں سے سخت الجھن اور بڑی سطحی معلومات لے کر لوٹتا اور اس کے نوٹس بعد میں کسی کام کے نہ ہوتے۔ ’’اور ان واقعات کے سامنے جو آتے جاتے رہتے تھے جن میں سے میں انتخاب نہیں کرسکتا۔ جنہیں میں پوری طرح سمجھ سکتا ہوں۔ ایک ایسا آئینہ جو کبھی اس رخ ہوتا ہے کبھی اس رخ اور جس میں سے تمام نقش بکھرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں اپنے فن کے لئے ایسے مواد کی تلاش میں رہتا ہوں۔ جس پر کام کیا جاسکے۔۔۔۔۔ کسی نہ کسی طرح مجھے کچھ بنانا آجانا چاہئے۔ پلاسٹک نہیں تحریری چیزیں، حقیقتیں۔ جو دستکاری سے نمایاں ہوتی ہیں۔‘‘ وہ ہر وقت زندگی میں خود کو ’’بے ہنگم‘‘ سا محسوس کرتا۔ اور بڑے اہم لمحات ضائع کردیتا۔ ہوکو سائی۔ لیونارڈو اور روڈن اپنے فن میں رہتے تھے اور ان کی زندگیاں صرف اس کی طرف مرکوز تھیں۔ ’’وہ جو اپنی درگاہ میں کم ہی آتا ہے وہ کیسے خوفزدہ نہ ہو اس لئے کہ وہاں جہاں زندگی اس کے خلاف سر اٹھا رہی تھی وہ خود کو ہر جال میں پھنسا لیتا اور ہر مشکل سے ٹکرا کر خود کو زخمی کرلیتا۔

اس ذہنی کیفیت کے باوجود وہ موسم سرما کے دوران اٹلی میں نئے کام کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ اگست کے وسط تک وہ پھر چلنے کیلئے تیار تھا اس لئے کہ اسے یہ میدانی علاقہ

بہت اچھا لگتا تھا۔ اس کی وسعتوں کی خاموشی اور اس کی ہواؤں کا زور۔ اس کے ساس سسر کا گھر
ایک پارک میں واقع تھا جس کے پیچھے سے ہمبرگ ایکسپریس گزرتی تھی اور یہ آوازیں درختوں
میں ہوا کے شور کو دباتی ہوئی اب ایسا لگتا تھا جیسے ماحول کے سکوت کو توڑ رہی ہوں اور اسے
درپیش مسافتوں، نئے شہروں اور نئے تجربوں کے لئے تیار ہوں۔ اب روڈن کی خواہش کے
مطابق، جس کے پاس وہ زیرتعلیم تھی۔ کلارا کو ایک برس روم میں گذارنا تھا۔ اور اس ابدی شہر
میں قیام پر رلکے کو بھی کوئی اعتراض نہ تھا۔ یہ یہاں اس کا پہلا سفر تھا۔ فن میں اس گہری دلچسپی
روڈن کی صحبت میں مزید بڑھ گئی تھی اور ایک ایسے فنکار کے فن کا تمام طویل پس منظر اسے یہ
احساس دلاتا تھا کہ انسانی تاریخ کی تہہ میں ایک اور پرسکون روتھی۔ جو لامتناہی تخلیقات کے بننے
کی تاریخ تھی۔ اور وہ قدیم مظاہر سے نئے رابطے قائم کرنے کا مشتاق تھا۔ جو کچھ وہ دیکھنے جا رہا
تھا اس کے متعلق اس نے بہت خوبصورت نظریات قائم کر لئے تھے۔ اس ماضی میں جس
میں ابدیت محفوظ تھی اس میں خود کو وہ ''داخلی مستقبل کا'' متلاشی محسوس کرتا تھا۔

اگست ۱۹۰۳ء کے اواخر میں وہ اور اس کی بیوی سفر پر روانہ ہوئے۔ اسے اپنے
والدین سے میرین باڈ میں ملنا تھا۔ اس کے باپ کو یہ تجویز زیادہ پسند نہ تھی اور وہ اس قدر بے
پرواہی سے رہ رہے تھے۔ کیا رلکے کو واقعی محفوظ مستقبل کی فکر تھی؟ نہ اس بات کی کہ وہ صرف
سبزیاں کھاتے تھے۔ اور جہاں تک ان کے لباس کا تعلق ہے۔ اس ڈر سے کہ کہیں وہ بے ہنگم قسم
کے کپڑے نہ بنوا لے اس نے رلکے کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے پراگ کے درزی سے کپڑے سلوائے
اور کلارا بھی اپنے لباس کا خیال رکھے۔ (رلکے۔ کم از کم اپنے آخری ایآم میں لباس کے معاملہ
میں محتاط تھا۔ اسکے کپڑے سادہ اور پرانے تھے مگر ان میں ایک وقار تھا ایک سہولت تھی) پھر وہ
میونخ اور وینس گئے۔ دونوں شہروں میں رلکے نے زولوآ گا جس سے وہ پیرس میں ملا تھا کی تصویر
وں سے اپنے شوق کی تسکین کی۔ اور پھر فلورنس ہوتے ہوئے ایک مہینہ بعد روم پہنچ گیا۔

پہلے چندروز کے قیام میں اس نے جو مایوسی محسوس کی اس کا ذکر اس نے اپنے بہت
سے خطوط میں کیا ہے۔ روم ''زیادہ تر'' ایک بہت بڑا عجائب گھر تھا جو بے معنی مجسموں سے بھرا ہوا
تھا۔ اور جس یونانی عظمت کی اسے توقع تھی وہ وہاں ناپید تھی۔ وینس اور کوئر چینو یہاں بھرے
پڑے تھے۔ اور جانوروں کے ساتھ اطالوی فن کی زیادتی پر وہ بہت پریشان تھا۔ لیکن آہستہ
آہستہ اسے قابل قدر چیزیں مل گئیں۔ اور اس شہر کے متعلق اس نے اپنے تعصّبات کو اتار

MashalBooks.com

پھینکا۔ جو کہ وہ پیرس میں نہیں کر سکا تھا۔ آب وہوا بھی تمام ترسختیوں کے باوجود، زیادہ مضرنہیں تھی۔ بورغیز کے باغات میں اسے پناہ مل گئی۔ اور وہ ان فواروں اور سیڑھیوں کا بار بار ذکر کرتا ہے جو اس کے لئے مستقل خوشی اور تفریح کا باعث تھے۔

# خط نمبر ۵

وہ اب ۵ ویا ڈیل کیمپیڈ وگلیو میں رہ رہا تھا۔ یہ مکان (جواب نہیں رہا) فورم کے سامنے ایک ٹیرس پر واقع تھا۔ ابھی اس پر اوبرلوئے لانڈ کا سحر طاری تھا۔ باہر چاندنی میں بیٹھنے کی نسبت اسے اپنے چھوٹے سے کمرہ میں لیمپ کی مختصر سی روشنی میں بیٹھنا زیادہ بھلا لگتا تھا۔ اس کے لئے ''ضروری تھا کہ وہ خود کچھ بن جائے تاکہ اس خلاء کو محسوس کر سکے جس میں آدمی خود کو تنہا محسوس کرتا ہے اور جس سے وہ مانوس ہوتا ہے۔'' لیکن وہ اپنے گردوپیش سے متنفر نہیں۔ روزانہ کیپٹال کی بلندی تک چہل قدمی کرنا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ ''جہاں سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے مارکس اوریلئس کا مجسمہ قدم بقدم اس کے ساتھ اٹھتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔'' وہ چھوٹا سا گھر جس میں وہ منتقل ہونا چاہتا تھا اور جہاں وہ اپنے لئے ایک ''سردخانہ'' بنانا چاہتا تھا ایک سمر ہاؤس تھا۔ جس میں واحد اونچی کھڑکی والا کمرہ تھا جس کی چھت سپاٹ تھی جہاں سے وہ روم کے لینڈ سکیپ کا جائزہ لے سکتا تھا۔ ولا سٹورل فون کے باغ میں۔ بوغیز کے باغ سے متصل یہ ایک وسیع بکھرے ہوئے گلستان کا آخری اور سب سے دور ایک حصہ تھا۔ یہاں کلارا پہلے ہی سے ایک

MashalBooks.com

رہائشی حصہ اور ایک سٹوڈیو کے ساتھ مقیم تھی۔ ''یہ ایک اچھا اتفاق تھا کہ مجھے یہ جگہ مل گئی اور میرا خیال ہے کہ میں یہاں خوش رہوں گا۔ اس کی شاموں میں، کھلی ہوئی راتوں میں، چلتے پھرتے جانوروں کی آوازوں سے بھری ہوئی۔ گرتے ہوئے پھلوں اور اٹھلاتی ہوئے ہواؤں میں۔۔۔ میرے لئے سب سے اہم یہ ہوگا کہ میں جتنی جلد ممکن ہو سکے کوئی کام شروع کر دوں۔ باقاعدہ روزانہ معمول کا کام جو ہو سکتا ہے کہ مجھے زبردستی اختیار کرنا پڑے۔ پھر میں شہر میں شاذونادر ہی جایا کروں گا۔ دن اکثر یہیں گذاروں گا اور اپنی کٹیا میں ہی کھانا کھاؤں گا اور اپنے ہاتھوں کے ساتھ تنہائی میں خاموش رہوں گا''۔

MashalBooks.com

# خط نمبر ۶

نومبر کے وسط میں وہ یہاں آ گیا۔ لیکن یہاں اسے مسلسل بارشوں کی شکایت رہی۔ اور اس بات کی کہ وہ کام نہیں کر سکتا تھا اور مناسب وقت کا انتظار کرتا رہتا تھا اور اسے پریشانی تھی کہ یہ انتظار کسی بھی کام کو شروع کرنے میں کتنی بڑی رکاوٹ تھا۔ اور کسی کام کو شروع کرنے کا خوف اس خوشی سے کہیں زیادہ تھا جو کام کو شروع کرنے میں ہوتی ہے۔ ''اس نے ۱۹ دسمبر کو لکھا۔ ''میں اب اس چھوٹے سے گھر میں مطمئن ہوں۔ اس میں سب کچھ ہے سوائے اس کے جو میں مہیا نہیں کر سکتا۔ یعنی زندگی۔ جو تمام چیزوں میں ہے اور مجھ میں ہے۔ یعنی کام۔ جو ایک چیز کو دوسری سے جوڑتا ہے۔ اور تمام چیزوں کو ایک عظیم مقدر میں منسلک کرتا ہے۔ یعنی خوشی جو اندر سے آتی ہے اور عمل سے آتی ہے۔ یعنی تحمل جو دور سے آنے والی چیزوں کا انتظار کر سکتا ہے۔''

کرمس کے ساتھ بارشوں کے بعد ''ایک طرح کی بہار'' کا آغاز ہوا۔ لیکن رلکے اور اس کی بیوی کے لئے اس کی آمد ''صرف ایک خاموش لمحہ سے زیادہ کچھ نہیں تھی'' ''ہم چھوٹے سے پائیں باغ میں بیٹھتے اور ان کے متعلق سوچتے جو کرمس منا رہے تھے ہم اپنی چھوٹی روتھ کے متعلق سوچتے اور اپنے متعلق۔ گویا ہم ابھی پہلے کی طرح بچے ہی تھے۔ پرامید۔ خوش، گھبرائے ہوئے کرسمس منانے والے بچے۔ جن پر اندر سے اور باہر سے بڑی انوکھی چیزیں وارد ہوتیں جیسے

فرشتوں کا نزول۔۔۔۔'' صرف جنوری کے وسط میں ہی بڑے لمبے عرصہ کے بعد وہ خود کچھ آزاد اور خوش محسوس کر سکا جب کچھ ''حقیقی کام'' کے بعد چھتوں سے بارش کا بہت سا پانی صاف کر کے شاہ بلوط کے گرے ہوئے سوکھے پتوں کو جھاڑ و دے کر، اس نے اپنے اندر خون کو یوں نغمہ ریز دیکھا جیسے ایک درخت میں۔اب اس نے کافی عرصہ کے بعد اگور کے مہمان کا گیت۔جو ایک قدیم روسی ایپک تھا۔کا ترجمہ دوبارہ شروع کیا۔اور اس پر وہ ہر صبح کام کرتا۔کچھ مطالعہ۔کچھ تبصرہ وغیرہ۔۔۔۔۔۔اسے مصروفیت کی کمی نہیں تھی۔

فروری میں یہ اچھا موڈ قائم رہا۔٦ تاریخ کو اس نے ایلین کے کو لکھا'' واقعی ایسا لگتا ہے کہ میرے گرد چیزوں میں کچھ ٹھہراؤ آ گیا ہے۔اور اگر کبھی کبھی میرے عصاب۔جو کچھ ہل گئے ہیں۔خارجی ہنگاموں سے ڈرتے بھی ہیں یا صحت کی طرف سے پریشان ہوتے ہیں تو پھر بھی میرے اندر کافی کچھ ہے جو مجھے مضبوط رکھتا ہے اور کوئی کام کرنے کی میری لگن کبھی اتنی زیادہ نہیں تھی جتنی اب ہے۔ایسا لگتا ہے جیسے میں برسوں سوتا رہا ہوں یا کسی جہاز کے تہہ خانہ میں پڑا رہا ہوں جو بھاری سامان کو لے کر عجیب وغریب فاصلے طے کرتا رہا ہے۔اوہ۔کتنا اچھا لگتا ہے عرشہ پر ایک مرتبہ پھر چڑھنا ہواؤں اور پرندوں کو محسوس کرنا اور حیرت سے تاروں بھری راتوں کو جھلملاتے ہوئے دیکھنا۔۔۔۔''

اس نے ''خدا کی کہانیوں کی کتاب'' کا ایک طرح سے دوسرا حصہ شروع کر دیا تھا۔لیکن مارچ کے وسط تک (روسی ترجمہ ختم کرنے کے بعد جو ابھی تک مسعودہ ہی ہے) وہ کہیں ''اس کے درمیان میں جا کر اٹک گیا۔''اور اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ اسے جاری بھی رکھ سکے گا یا نہیں۔

MashalBooks.com

# خط نمبر ۷

تمام تر اونچ نیچ کے باوجود یہ رومی سرما اس کے اپنے ارتقاء میں بہت اہم رہی۔ اس کی نئی تحریروں کے ساتھ ساتھ اس کا اشارہ صرف ''کہانیوں'' کے دوسرے حصہ کی طرف ہے یا اس میں ''نوٹ بکس'' کی ابتدا بھی شامل ہے جس کا زمانہ بھی یہی ہے۔ اس پر یہ انکشاف ہوا کہ اس کا طریق کار بدل گیا ہے۔ اس کی قوت مشاہدہ زیادہ تیز ہوگئی تھی اس لئے غالباً وہ پھر کبھی دس دنوں یا شاموں کوئی کتاب نہیں لکھ سکے گا (جیسا کہ اس نے ''خدا کی کہانیاں'' لکھی تھی) بلکہ کاوش پر بہت وقت لگائے گا۔ ۱۵ اپریل کو اس نے لو اینڈریا سلوسے کو خط لکھا یہ اچھی بات

MashalBooks.com

ہے۔ یہ مسلسل کام کرتے رہنے کی طرف ایک ایسا قدم ہے جو ہر قیمت پر اٹھانا چاہئے۔ غالباً پہلا قدم۔ لیکن اس تبدیلی میں ایک خطرہ بھی ہے۔ بیرونی ہنگاموں کو آٹھ دس روز کے لئے نظر انداز کر دینا ممکن ہے۔۔۔۔۔۔ لیکن ہفتوں۔ مہینوں؟ یہ خوف مجھ پر چھایا جاتا ہے۔ اور غالباً یہی بنیادی طور پر اس کا ذمہ دار ہے کہ میری تحریر میں بے راہ روی آ گئی۔ اور مارچ کے شروع ہوتے ہی کام بالکل رک گیا۔ اور جسے میں ایک چھوٹا سا وقفہ سمجھا تھا وہ لمبی چھٹیوں کی طرح مجھ پر سوار ہو گیا۔ اور یہ کیفیت ابھی جاری ہے۔۔۔۔ میری رفتار کسی مریض کی طرح، کچھ بے وزن سی، کچھ اکھڑی اکھڑی اور زبردست سہاروں کی محتاج ہے۔ اور سہارا کوئی نہیں ہے۔''

مئی کے آتے ہی گرمی اسے ستانے لگی۔ سر درد نے اسے کہیں کا نہ چھوڑا۔ اور وہ شمالی علاقوں کی خواہش کرتا رہا۔ لیکن نہ اس کے پاس کوئی منصوبہ تھا نہ کوئی جانے کی جگہ۔ ''افسوس میرا کوئی آبائی وطن نہیں ہے۔ دنیا میں کہیں بھی کوئی ایک کمرہ بھی نہیں جہاں پرانی چیزیں ہوں اور جہاں کھڑکیوں سے درختوں کے جھنڈ دکھائی دیتے ہوں''۔

تاہم اپنے اندر تبدیلی کا احساس اس میں ایک مثبت رویہ پیدا کرتا رہا تھا۔ اپنے مقصد کا ایک فعال احساس اور زندگی اور کام کے ساتھ ایک رشتہ۔ اگلا خط جو ۱۲ مئی کو روم سے لکھا گیا اور یہ بھی لوا اینڈر یاسلو سے کے نام تھا۔ یہ مختلف خیالات کو ظاہر کرتا ہے جو اس نے ایلن کے کو پندرہ مہینے پہلے پیرس سے قلم بند کئے تھے۔ ''فن۔۔۔۔۔ زندگی کے درمیان ایک طویل سفر ہے اور جب میں سوچتا ہوں کہ میری تحریریں کتنی معمولی اور مبتدی قسم کی ہیں تو مجھے تعجب نہیں ہوتا کہ یہ تخلیق (جو یوں لگتی ہے جیسے ایک آدھے فٹ چوڑا نیم تیار کھیت) مجھ میں اعتماد پیدا نہیں کرتی۔ اسلئے کہ منصوبے بے ثمر ہوتے ہیں اور وقت سے پہلے بوئے ہوئے بیج پھوٹتے نہیں ہیں۔ لیکن تحمل اور کام حقیقی ہیں اور کسی بھی روزی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ جب بھی میں نے اس کے سامنے زندگی کے تضادات کی شکایت کی تو روڈن نے یہی کہا۔ ''ہمیشہ مصروف رہو'' اس کے پاس اس کا اور کوئی حل نہیں تھا۔۔۔۔ ''اپنے کام میں منہمک رہوں اور اس پر پورا اعتماد رکھوں۔ اس کی عظیم مثال کو سامنے رکھ کر میں یہ سیکھ رہا ہوں۔ جیسے میں نے اس سے تحمل سیکھا ہے۔ یہ سچی ہے کہ میرا تجربہ مجھے بار بار یہی بتاتا ہے کہ مجھ میں زیادہ طاقت نہیں ہے جس کی وجہ سے جہاں تک ممکن ہو، دو کام نہیں کر سکتا۔ میں کام کو روزی سے علیحدہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ دونوں کو ایک ہی مبسوط کاوش میں شامل کرتا ہوں۔ اسی طرح میری زندگی بامعنی اور اہم ہو سکتی ہے اور

میری اس پراگندگی کا جو مجھے وراثت میں ملی ہے یا میری خامیوں کی پیداوار ہے علاج کر کے اسے ایک مضبوط تناور سہارے میں بدل دے گی''۔

''چنانچہ میں آئندہ رہائش، ہر چیز سے قطع نظر، کام کے لحاظ سے اور صرف اسی حوالہ سے منتخب کروں گا۔ اب مجھے اس کی اور بھی ضرورت ہے کیونکہ میں ارتقاء اور عبوری دور سے گذر رہا ہوں (ایسی تبدیلیوں سے جو مشاہدہ اور تخلیق کو ایک ہی طرح متاثر کرتی ہیں) اور جو مجھے اس ''مسلسل کام'' کے مقام تک لے جائیں جہاں تمام خارجی اور داخلی مشکلات، خطرات اور الجھنیں ایک خاص طرح سے زیر ہو جائیں۔ اس لئے کہ جو بھی ''ہمیشہ کام کر سکتا ہے۔ وہ جی بھی سکتا ہے۔ جینے کے قابل بھی ہوتا ہے۔''

اب اس کے سامنے واضح منصوبے تھے جو اسے مختلف قسم کے کاموں میں لگا سکتے تھے۔ وہ پہلے جس کام کی بات کرتا ہے۔ وہ لمحات کی کتاب کو جاری رکھنے کا کام ہے۔ دوسرا اس کی نئی کتاب ''نوٹ بکس'' ہے ''جس کی گھٹی ہوئی نثر میری تربیت کر رہی ہے اور یہ تربیت اس لئے ضروری ہے کہ میں کسی دن باقی ہر بات بھی لکھ سکوں۔ بشمول فوجی ناول کے لگتا ہے کہ وہ نثر لکھنے کے مسئلہ سے خاصا پریشان تھا اس کے چار برس بعد۔ اسی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے اس نے یوں اظہار خیال کیا۔ ''شعر لکھتے وقت شاعر خارجی اشیاء کی لے میں بہہ جاتا ہے اس لئے کہ نغمہ کا آہنگ فطرت کا آہنگ ہے۔ پانیوں کا آہنگ ہے۔ ہوا کا آہنگ ہے۔ رات کا آہنگ ہے۔ لیکن نثری آہنگ کے لئے اپنے اندر اترنا پڑتا ہے۔ اور خون کے بے نام اور متنوع آہنگ کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ نثر کو ایل کیتھڈرل کی طرح تعمیر کرنا پڑتا ہے۔ یہاں نہ نام ہے، نہ خواہش نہ سہارا۔ یہ ایک صلیب ہے جس پر اپنے شعور کے ساتھ تنہا چڑھنا پڑتا ہے''۔ ان دو اہم تصانیف کے علاوہ اس نے مزید یہ منصوبے گنوائے۔ ڈرامہ لکھنے کی ایک کوشش۔ دو مونوگراف۔ ایک جیکسن پر اور رزولوآ گا پر اس دوسری تصنیف کے متعلق اس نے سپین جانے کا منصوبہ بنایا۔ اور اولا ڈکر کے لئے وہ پہلے ہی ڈینش زبان سیکھ رہا تھا۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں ان دونوں کا کچھ نہ بنا نہ ہی ناول کا جو بظاہر اس کے زرنکٹ پوںکن کے تاثرات سے متعلق تھا۔

اس بات کا پہلے ہی ذکر آچکا ہے کہ اسے اپنی تعلیمی کوتاہیوں کا احساس ہو گیا تھا۔ ''میری تربیت ۔ جو کسی نظم کے تحت نہیں ہوئی تھی۔ اور وہ کم ہمتی جس کا میں اپنی بلوغت کے زمانہ میں شکار رہا (ہر جگہ تمسخر اور برتری کا رویہ۔ میرے گنوار پن کی وجہ سے ہر ایک مجھ سے دور

ہی رہتا) مجھے ابتدائی تربیت کا موقع بھی نہیں ملا اور زندگی کی وہ بہت سی تدبیریں سیکھنے کا جو بعد میں سب کے لئے آسان ہو جاتی ہیں۔ میرا شعور ان لمحوں کی یادوں سے بھرپور ہے جب میرے چاروں طرف تمام لوگ کچھ کر سکتے تھے۔ چیزوں سے واقف تھے اور بغیر غور وفکر کے میکانکی طور پر کام کرتے تھے جبکہ میں گھبرایا ہوا رہتا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ بات کیسے شروع کروں بلکہ میں تو انہیں دیکھ کر بھی کچھ سیکھ نہیں سکتا تھا۔''

اب تصدنیفی منصوبوں کے ساتھ ساتھ اس نے اپنے مطالعہ کے لئے بھی ایک فہرست تیار کی۔ اور یہ کوئی خام خیالی نہیں تھی۔ ان مطالعوں کے لئے وہ نیچرل سائنسز اور بیالوجی پر کچھ لیکچر لینا چاہتا تھا۔ وہ پڑھنا چاہتا تھا۔ تجربے کرنا چاہتا تھا۔ وہ دستاویزات اور تاریخی شواہد کا مطالعہ کرنا چاہتا تھا۔ ''اس لئے کہ یہ طریق کار بھی ہے اور ہنر بھی'' وہ چاہتا تھا کہ گرم براوز کی ڈکشنری پڑھے۔ اور ساتھ ساتھ قرون وسطیٰ کے ادب کو بھی دیکھے۔ ڈینش زبان سیکھتا رہے۔ روسی زبان پڑھتا بھی رہے اور اسے ترجمے بھی کرتا رہے۔ فرانس جیمز کی کتاب کا ترجمہ کرے اور دوسری چیزوں کے علاوہ مش لے کی نیچرل ہسٹری کے مطالعے دیکھے، اور اس کی تاریخ فرانس پڑھے۔ اور گانکورٹس کی اٹھارویں صدی کے جائزہ کو پڑھے۔ اس نے سوچا کہ وہ جرمنی کی چھوٹی یونیورسٹیوں میں سے کسی ایک میں چلا جائے تاکہ ضروری کتابوں اور لیکچروں سے مستفید ہو سکے۔

اس فہرست کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس سے ہمیں اس کی داخلی پیچیدگیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ سائنس میں اس کی دلچسپی، یہ ایک نیا شوق تھا اور اس کی بنیاد کسی خاص شعبہ علم میں کاوش نہیں تھی بلکہ دلچسپی سائنس میں تھی ایسے ہی جیسے کسی علم کی خواہش، جیسے زندگی پر عبور کی خواہش۔ ۱۲ مئی کو اس نے پھر لو اینڈریا سلومے کو لکھا۔

''یہاں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو بچپنے میں کسی بزرگ کو بتانی چاہیں اس لئے کہ جب انسان بڑا ہو جاتا ہے تو وہ انہیں جان ہی جاتا ہے یہاں ستاروں سے بھرے آسمان ہیں۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ انسان نے ان کے متعلق کتنا علم حاصل کر لیا ہے۔ میں ستاروں کے نظام کو بھی نہیں جانتا۔ اور یہی صورت پھولوں۔ جانوروں اور سیدھے سادھے قوانین کی بھی ہے جو یہاں جاری ہیں۔ اور جو ایک قدم میں ازل سے ابد تک چلے جاتے ہیں۔ زندگی کیسے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ عام جانوروں میں یہ کس طرح ظاہر ہوتی ہے۔ کس طرح اس کی کونپلیں پھوٹتی اور پھیلتی

MashalBooks.com

ہیں ۔ زندگی کیسے کھلتی اور بارآور ہوتی ہے ۔ یہ تمام باتیں میں جاننا چاہتا ہوں ۔ ان تمام باتوں میں شریک ہوکر میں خود کو حقیقت سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ وابستہ کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ حقیقت جو مجھے اکثر نظرانداز کر دیتی ہے ۔ میں اس کا جزو بننا چاہتا ہوں صرف احساس میں ہی نہیں بلکہ علم کے حوالہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسی کی مجھے ضرورت ہے کہ میرا عزم پختہ ہو جائے اور اتنا بے آسرا پن نہ محسوس ہو ۔ تم محسوس کر سکتے ہو کہ مجھے سائنس کی ضرورت نہیں ۔ اس لئے کہ ہر ایک سائنس کو ایک عمر چاہئے اور کوئی زندگی اتنی بڑی نہیں ہے کہ زندگی کی مبادیات ہی کو سمجھ سکے ۔ لیکن اب میں مزید جلا وطن نہیں ہونا چاہتا ۔ جو شخص اپنے زمانہ کی گہرائیوں میں نہیں اتر سکتا اور بہت آگے اور پیچھے نہیں دیکھ سکتا ۔ ایک قیدی کی طرح ہے جو ہر بات کو محسوس کر سکتا ہو لیکن ذرا بھی اعتماد نہ ہو کہ اس وقت دن ہے یا شام، بہار ہے، یا سردی ہے، میں چاہوں گا کہ کہیں بھی، جہاں تک ممکن ہو وہ سیکھوں جو غالباً میں جاننا چاہتا ہوں ۔ اگر میری پرورش دیہات میں ہوئی ہوتی اور زیادہ فعال لوگوں کے درمیان، اور وہ جو ایک سرسری اور لاتعلق سی تعلیم مجھے نہ بتا سکی اور اس کے بعد سے جو کچھ بھی پایا گیا اور جس کی نشاندہی کی گئی، اس کا تعلق اسی سے ہے ۔ آرٹ کی تاریخ نہیں ۔ اور دوسری تاریخیں نہیں ۔ میں نظامہائے فلسفہ کے متعلق بھی کچھ جاننا نہیں چاہتا میں صرف یہ اجازت چاہتا ہوں کہ چند تحفظات حاصل کر سکوں ۔ میں کچھ سوالات پوچھنے کی آزادی چاہتا ہوں ایسے سوالات جو بچے پوچھتے ہیں ۔ کسی غیر کے لئے بے محل لیکن اس کے لئے جو دس پشتوں تک ان کی تخلیق اور نسلی سلسلہ میں جھانکتا ہو بڑی اپنایت محسوس ہوتی ہے''۔

اس طرح اسے امید تھی کہ وہ کام پر زیادہ پکی گرفت کر سکتا تھا اور ایسے ذرائع حاصل کر سکتا تھا جو اس کے کام آتے ۔ اور اپنے آپ کو ''روزانہ کاہلی کے اظہار سے بچا سکتا ۔ وہ نااہلی جو رد کیے جانے کا احساس دلائے ۔ جس کا زندگی مجھے بار بار اس وقت شعور دلاتی تھی جب میں کسی بھی نقطہ پر اس کے قریب آنے کی کوشش کرتا ۔ اس وقت اسے سختی سے اس بات کا احساس تھا کہ اس نے ابھی تک کوئی اہم کام نہیں کیا تھا ۔ کوئی قابل ذکر کام اور اگرچہ وہ ممکنہ حد تک روزگار کی ضرورت سے بھی اچھی طرح واقف تھا اور ایسے نفیس شخص کی سرپرستی کا اعزاز بھی اسے حاصل تھا ۔ اس نے اپنے دوست ایلین کے کو اپنی تصانیف کی طرف توجہ مبذول کرانے کی کوشش کو (اپنے طور پر) ایک دہشت کے ساتھ محسوس کیا ۔ اسے ڈر تھا کہ عقیدت اور خلوص اور جذباتیت کی وجہ سے اور خطوط کے ذریعہ اس سے شناسائی کو نظموں کے حوالہ سے اس کو

سمجھنے کو خلط ملط کر کے وہ نامناسب دعوے کرے گی۔ اور اپنے خیالات کے اظہار کو حتمی شکل دے گی جواب تک شائع ہونے والی اس کی تصانیف میں موجود تھی۔ ''اور ان سب سے بالا میں محسوس کرتا ہوں کہ اگر کسی کو تنہائی کی ضرورت ہے تو وہ میں ہوں''

MashalBooks.com

# خط نمبر ۸

ایلن کے کی ان کوششوں کے سبب البتہ اسے ''شمال سے مشفقانہ دعوت نامے'' موصول ہو گئے ۔ جس میں سے ایک کو اس نے فوراً قبول کر لیا ۔ اور جب ۱۹۰۴ء کے جون میں روم سے روانہ ہو کر وہ کوپن ہیگن کے راستہ سویڈن پہنچا ۔ بارگہی گارڈ ۔ فلاڈی سکین کی جنوبی ریاست میں ایک بڑی زرعی جاگیر تھی ۔ رلکے نے جلد ہی قدیم قلعہ کے بارے میں جس کے ایک مینارے میں رہائشی مکان تعمیر ہو گیا تھا ۔ اس کی پوری طویل تاریخ کی معلومات حاصل کر لیں ۔ گلستان اور پھلوں کے باغ کا اس نے خوب لطف اٹھایا اور وہاں کی پھل، سبزیوں کو اس نے بڑے شوق سے کھایا ۔ اور وہ اس کے لئے مفید بھی ثابت ہوئیں ۔ ساتھ ہی ساتھ رس بھریاں وغیرہ بھی بڑے سلیقہ سے کھانے کی میز پر سجائی جاتی تھیں ۔ اسے وہاں کا سکون اور چرتے ہوئے جانور بہت اچھے لگے ۔ (''ہمارے پاس ۲۰۰ گائیں ہیں'' اس نے اپنی آمد کی رات لکھا) مثلاً گھوڑے، بیل، کتے ۔ کمزور جوڑوں والے بچھڑے کو چلنے پھرنے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھ کر بڑا مزا آیا ۔ اور اسی طرح چھوٹے بگلوں کو پر پھڑ پھڑانا سیکھتے ہوئے دیکھ کر ۔ پارک کے بڑے درختوں میں اس کے لئے بڑا لطف تھا ۔ اور لمبے راستہ کے دونوں طرف مڑی نفاست سے سجائے

ہوئے شاہ بلوط کے درختوں کے درمیان، ہواؤں اور طوفانوں کی زد پر اسے بڑا سرور محسوس ہوتا۔ اس کے خطوط اس بار آور زندگی کے متعلق اس کے احساسات سے بھرے ہوئے ہیں اور ان سے ایک روحانی سکون جھلکتا ہے۔ یہ اس کی زندگی کا پرسکون ترین لمحہ تھا۔ یہ تعجب کی بات نہیں کہ اس نے ساری گرمیاں یہیں گذار دیں۔ وہ کسی تخلیقی کام میں مصروف نہیں تھا۔ ''گرمیاں مجھے کبھی راس نہیں آئیں''۔ لیکن وہ خطوط لکھتا اور پڑھتا رہا۔ اور خصوصاً جیکسن اور ہرمن بانگ کو پڑھ کر اور سورن کر کے گارڈ کے اپنی منگیتر کے نام خطوط کے ترجمے کر کے اس نے ڈینش زبان سیکھنے کی کوشش کی عمومی طور پر سیکنڈے نیویا کے ادب سے واقفیت حاصل کی جبکہ اندرونی طور پر وہ کچھ بننے کچھ بنانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ غیر مرئی لیکن بنیادی۔ اس نے اس زمانہ کو صریحاً تفریح کا زمانہ قرار دیا اور اسی طرح اسے بسر کیا۔ حالانکہ وہ پرانا احساس کہ وہ ابھی تک کوئی کارنامہ نہیں انجام دے سکا کبھی کبھی اسے پریشان کرتا۔ ''میں محسوس کرتا ہوں کہ خوشی سے محروم ہوں۔ مجھے اس کوتاہی کا احساس ہوتا ہے کہ میں نے کچھ تو کیا ہوتا۔ کوئی بغاوت، کوئی توثیق، خود اپنی آنکھوں میں کسی امتحان میں کامرانی۔''

۲۷ کی شام کو اس نے کلارا کو لکھا ''۔۔۔۔۔ کاپس کے خط کا شکریہ۔ وہ مشکل حالات میں ہے اور یہ تو ابھی ابتداء ہے۔ اور اس کے متعلق اس کا خیال ٹھیک ہے۔ بچپنے میں ہم نے ضرورت سے زیادہ طاقت خرچ کر دی ہے۔ وہ طاقت جو بڑے ہو کر کام آتی۔ ہوسکتا ہے پوری نسل کے لئے یہ صحیح ہو۔ اور افراد پر مسلسل صادق آئے۔ اس کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے؟۔ کہ زندگی میں تجدید کے کبھی نہ ختم ہونے والے امکانات ہیں۔ ہاں لیکن یہ بھی کہ طاقت کا استعمال ایک لحاظ سے طاقت میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ بنیادی طور پر ہم ایک وسیع دور کے پابند ہیں۔ وہ تمام قوت جو ہم صرف کرتے ہیں وہ واپس آجاتی ہے۔ تجربہ کار اور بدلی ہوئی شکل میں۔ یہی صورت کی دعا ہے اور وہ کون سی بات ہے جو سچائی کے ساتھ کی جائے اور دعا نہ ہو؟

''اور ایک بات اور خیال کی تخلیق دیگر کے متعلق۔ یہاں کھیتوں کی اس دنیا میں زمین کے وہ ٹکڑے ہیں جو ہل چلنے سے گہرے رنگ کے ہو گئے ہیں۔ یہ خالی ہیں۔ لیکن پھر بھی یوں لگتا ہے جیسے ان کے گرد چمکتے ہوئے سرمئی قطعے ان ہی کے لئے وہاں ہیں۔ ان کی حفاظت کے لئے چار دیواری کی طرح۔ میں نے پوچھا کہ ان سیاہ رقبوں کا کیا مطلب ہے۔ انہوں نے کہا۔ ''یہ وہ

زمین ہے جو آرام کر رہی ہے۔ اتنی دلکش، دیکھا، کیا آرام اتنا دلکش ہو سکتا ہے؟ اور کام کے
برابر یہ ایسا ہی لگتا ہے۔ پریشان کن نہیں۔ لیکن یوں کہ اس سے بڑا اعتماد حاصل ہوتا ہے اور کسی
بڑی نعمت کا احساس۔۔۔۔''

MashalBooks.com

# خط نمبر ۹

جب اس طویل قیام کے بعد وہ موسم خزاں میں ایلین کے دوسرے دوستوں سے ملنے گوٹیورگ کے قریب ان کی دیہی کوٹھیوں میں گیا۔ تو ابھی تک اس کے ذہن میں کوئی ایسا منصوبہ نہیں آیا تھا جسے وہ کوئی خاص کام کہہ سکے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ بیکار وقت گذار رہا تھا۔ وہ مسلسل مصروف تھا۔ خطوط لکھنے میں۔ مضامین اور تبصرے لکھنے میں۔ ہمیشہ کسی حد تک انہیں حدود میں رہتے ہوئے جو اس نے اپنے لئے طے کر لی تھیں۔ سیمسکو لا میں لڑکے اور لڑکیوں کے ماڈرن کمیونٹی سکول نے اس پر ایسا تاثر قائم کیا کہ اس نے اس پر ایک مضمون لکھا جسے بعد میں سکول میں پڑھوایا گیا اور جب یہ شائع ہوا تو اس کا بڑا اثر ہوا۔ اس نے اس پر کافی سنجیدگی سے غور کیا کہ وہ اور اس کی بیوی شمالی جرمنی میں ایسی کوئی شروعات نہیں کر سکتے۔ لیکن اسے شک تھا کہ وہ ایسے کام کے لئے مناسب لوگ تھے۔ ''اتنی تھوڑی سی قوت کے ساتھ جسے تقسیم نہ ہونا چاہئے اور میں جو اتنا کم علم تھا اور جس نے کبھی کچھ سیکھا ہی نہ تھا۔۔۔۔ مگر سیمسیکو لا میں آنا ہمارے لئے اچھا ثابت ہوا۔ یہ ایک ہمت افزائی تھی جیسے دور تک جاتی ہوئی لہریں۔ خوشگوار پر اعتماد مستقبل'' نومبر کے دوران اس نے ''سفید شہزادی'' کو حتمی شکل دے دی۔

اب بھی وہ کسی جگہ تعلیم حاصل کرنے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ ''اس لئے کہ داخلی طور پر میں کام کے مسئلے کو حل نہیں کر سکتا۔ اس کی تحریک غالباً خارجی ہی ہوگی'' اسے اپنی تصانیف کو نئے راستے پر ڈالنا ہوگا۔ یہ نہیں کہ اس کو تجربہ نہیں تھا یا زندگی نہیں تھی بلکہ اس میں ترتیب و تنظیم کی

صلاحیت نہیں تھی ۔ اسے گرفت کرنا اور قبضہ میں کرنے کا فن سیکھنا پڑے گا۔ کام کرنے کی تربیت حاصل کرنی ہوگی ۔ یہ کہ وہ اس مقصد کو حاصل نہ کرسکا اس کے ضمیر پر بوجھ تھا۔ تاہم وہ ایک قدم آگے محسوس کرتا ہے اور اسے امید ہے کہ اب وہ کچھ ایسے فیصلے کرسکتا ہے کہ وہ زیادہ محنت کرے اور پہلے سے زیادہ شعور کے ساتھ زندگی گذارے۔

کچھ عرصہ تک یہ ذہنی کیفیت اس کی فطرت بن جاتی ہے ۔خصوصاً ایسے مزاج کے اتار چڑھاؤ۔ ایسی جسمانی حالت کے ساتھ ۔آئندہ چار برس کے ساتھ جن سے اس روداد کا بس اتنا تعلق ہے کہ اس زمانہ کے بعد اس نے نوجوان شاعر سے پھر خط وکتابت شروع کی ۔ اور اس دوران رلکے کسی باقاعدہ ٹھکانے کے بغیر اِدھراُدھر گھومتا رہا۔ اس زمانہ میں بھی اور زندگی کے بیشتر اوقات میں بھی ۔ یہ صورت حال اکثر اسے سخت بدل کرتی ہے ۔ چند ٹرنکوں میں کسی چار دیواری میں بس رہنا۔ بڑی کاوش ۔ بڑی مہربانیوں اور زبردست تخیل کا مطالبہ کرتی ہے ۔ اور میں اس سارے ساز وسامان کو تخلیقی کام میں استعمال کرنا چاہتا ہوں ۔ اس کی تیاری میں نہیں ۔ اور روئے نوائے لانڈ اور وورپس ویڈے ۔ کیپری ۔ برلن ۔ جرمنی کے مختلف حصّوں میں دوستوں سے ملاقاتیں ۔ تدریسی دورے جن میں ڈریسڈن اور پراگ ۔ وی آنا بلکہ وینس بھی شامل ہیں ۔ اور زیادہ تر پیرس ۔ سی زین میں اس کی دلچسپی بڑھتی رہی ۔ ہیرشوز بوئیر ۔ فرھارن ۔ فون ھوف میں ستھال ۔ سٹیفان سوائیگ سے اس کا رابطہ رہا۔ وہ برنارڈ شاہ سے ملا جو روڈن سے مجسمہ بنوانے آیا تھا۔ زولوآ گا اور بورڈی سے کچھ سلسلہ رہا۔ اسی دوران وہ ''تصویروں کی کتاب'' کے دوسرے اڈیشن کے لئے مزید نظمیں لکھتا رہا۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء میں روڈن پر مضمون شائع ہوا۔ شعروں کی ایک نئی کتاب ''نئی نظمیں'' اسی دوران آئی ۔ اب وہ روڈن کے بہت قریب آ گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے ایک چھوٹے سے پتھر کے مکان میں قیام کیا جو میڈون کے ایک باغ میں تھا اور ''ایک حیثیت سے وہ بطور سیکریٹری'' کام کررہا تھا۔

رلکے کے لئے روڈن کی اہمیت ۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں اس بات میں تھی کہ اس نے رلکے کو گرفت اور استقلال کی راہ دکھائی اور آخر کار اسے یہ احساس دلایا کہ وہ اس کی طرح اپنے طور پر ایسا ہی کرے اور یوں اسے پھر محنت کا شوق دلایا۔ اس شخصیت کا اثر جوان کے لئے ایک زندہ مثال بن گئی تھی یہ ہوا کہ اس میں بے چینی پیدا ہوئی اور اس میں ایک سال خود اپنے طور پر کام کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس لئے کہ اس کے تذبذب اور تساہلی کے پیچھے ایک غیر متزل

ارادہ بھی تھا جو اسے مقصد سے ہٹنے نہیں دیتا تھا۔ ۱۹۰۶ء کی مئی میں روڈن کے کسی خط کے متعلق غلط فہمی کی وجہ سے ان کے تعلقات میں رخنہ آ گیا جو ۱۹۰۷ء کے ستمبر میں البتہ دور ہو گیا۔ رلکے کو اس سے سخت پریشانی ہوئی لیکن اس کے اپنے ارتقاء میں یہ ایک خوش آئند واقعہ ثابت ہوا۔ عمر رسیدہ فنکار کی زود رنج طبیعت کے مدنظر۔ اور اب اس کی صحت بھی اچھی نہیں تھی۔ اس نے شروع سے ہی اس کو فراخ دلی سے قبول کیا اور اس وجہ سے روڈن کے طریق کار اور اس کے طرز زندگی کا اثر کسی طرح کم نہیں ہوا۔

MashalBooks.com

# خط نمبر ۱۰

روڈن کے تیسرے عزیز اور واحد دوست کے جواب میں رلکے نے ۲۹ دسمبر کو لکھا

اب میں آپ کی ہدایت کے مطابق زیادہ سے زیادہ تحمل سے کام لینے لگا ہوں۔ اور اس کے لئے آپ کی مثال میرے سامنے ہے۔ وہ تحمل جو عام زندگی میں اتنا متوازن نہیں کہ وہ ہمیں جلد باز بنا دیتی ہے اور جو ہمیں ہر اس مقام تک لے جاتا ہے جو ہم سے ماورا ہے۔ وہ تحمل کا بہت اچھا مظاہرہ کر رہا ہے۔ ''مشکل۔ مشکل کتاب'' جو سخت کاوش اور ذہنی کرب کے باوجود وہ اب مکمل کر رہا تھا۔ یہ مناسب موقع ہے کہ ہم اس سے رخصت لیں اور اسے سکون اور اطمینان سے کام کرنے دیں۔

MashalBooks.com